2 معاشی نمو

2.1 حقیقی جی ڈی پی

پاکستان کی حقیقی جی ڈی پی نمو مالی سال 15ء میں 4.2 فیصد یعنی سات سال کی بلند ترین سطح تک جا پہنچی۔ نمو کے محرّکات شعبہ خدمات میں مستحکم ترقی اور زراعت میں معتدل بحالی (جس میں بیشتر حصہ گلّہ بانی میں عمدہ نمو کا رہا) تھے (شکل 2.1)۔

شکل 2.1: جی ڈی پی کی نمو میں حصہ

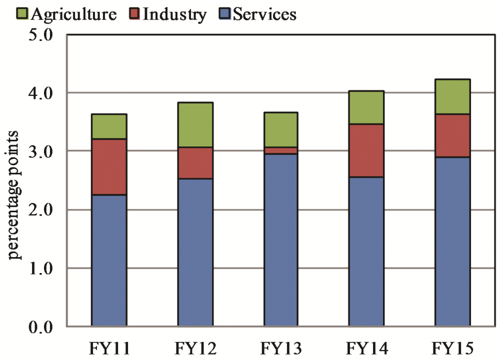

Source: Pakistan Bureau of Statistics

پاکستان اگرچہ معاشی استحکام میں اضافہ کرنے میں کامیاب رہا تاہم متعدد ساختی رکاوٹیں جو طویل مدّت سے چلی آرہی ہیں، نمو میں تیز رفتار اضافے کی راہ میں بدستور حائل رہیں۔ مثال کے طور پر زیادہ تر سلامتی کی خراب صورتِ حال کی بنا پر شرحِ سرمایہ کاری پست رہی، ناسازگار موسمی حالات نے کئی فصلوں کو نقصان پہنچایا اور یافت کو پست کردیا، جبکہ توانائی کی متواتر قلّت نے صنعتی سرگرمیوں کو متاثر کیا۔ م س 15ء میں جب بیرونی طلب کمزور پڑنے سے پاکستان کی برآمدات بھی کم ہوئیں تو دشواریاں مزید بڑھ گئیں۔ چنانچہ جی ڈی پی کی نمو 5.1 فیصد کا ہدف حاصل نہ کرسکی۔

جہاں تک زراعت کا تعلق ہے، ستمبر 2014ء کے سیلاب سے اور اپریل 2015ء میں شدید بارشوں سے فصلوں کو ہونے والے نقصانات نے گلّہ بانی میں ہونے والے اکثر فوائد کو زائل کردیا۔[1] کاشتکار جو فصلوں کو پہنچنے والے نقصانات پہلے ہی برداشت کررہے تھے، اس وقت مزید دباؤ میں آگئے جب ملکی منڈی میں زرعی پیداوار کے نرخ عالمی رجحانات کے تحت گر گئے۔[2] گنّے کے حوالے سے کاشتکاروں کو کچل کاری میں تاخیر کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اس صورتِ حال میں جبکہ کاشتکاروں کو فصلوں پر سرمایہ کاری کی ترغیب بھی کم تھی (اور وسائل بھی) تقریباً تمام بڑی فصلوں کی یافت جو پہلے ہی پست سطحوں پر تھی، م س 15ء میں مزید گرگئی۔

مسلسل کم یافت پاکستان کے لیے ایک سنگین خطرہ معلوم ہوتی ہے، پاکستان غذائی تحفظ کے معاملے میں 109 ملکوں میں سے 77 ویں درجے پر ہے۔[3,4] اس پر مستزاد یہ کہ غذائی تحفظ کو یقینی بنانا ان وجوہات سے مزید دشوار ہوجائے گا کہ آبادی، شہرکاری اور پانی کی قلت میں اضافہ ہورہا ہے اور ماحولیات میں تبدیلی کے خطرات منڈلا رہے ہیں۔ زرعی شعبے میں بلند اور پائیدار نمو حاصل کرنے کے لیے اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ پیداواریت میں بہتری لائی جائے۔

مجموعی جی ڈی پی کی نمو کو محدود کرنے والا ایک اور عنصر صنعتوں کی ناقص کارکردگی ہے۔ صنعتیں 6.8 فیصد ہدف کے مقابلے میں صرف 3.6 فیصد نمو حاصل کرسکیں۔ بڑے پیمانے کی

1 پاکستان اقتصادی سروے مالی سال 15ء کے مطابق ستمبر 2014ء میں زبردست بارشوں اور سیلاب نے کپاس، چاول، اور گنّے کی تیار فصلوں کو خصوصاً جھنگ، مظفر گڑھ، ملتان اور سرگودھا اضلاع میں نقصان پہنچایا۔ اس کے علاوہ اپریل 2015ء میں ربیع کی فصلوں (خصوصاً گندم) کو خیبر پختونخوا اور پنجاب میں تیز بارشوں اور ژالہ باری سے نقصان ہوا۔

2 مثال کے طور پر عالمی بینک کا اجناس کے نرخوں کا اشاریہ برائے غلّہ مارچ 2014ء سے جون 2015ء تک 22.8 فیصد گر گیا۔ ملکی منڈی میں گندم اور چاول کے تھوک نرخ اس مدت کے دوران بالترتیب 22.3 فیصد اور 8.4 فیصد گر گئے۔

3 کچل کاری میں تاخیر سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ گنے کے کاشتکاروں کو ترغیب ہوتی ہے کہ جتنی جلد ہوسکے کھیت خالی کردیں (انہیں گندم کی بوائی کی تیاری کرنا ہوتی ہے جو عموماً اواخر نومبر اور اوائل دسمبر میں شروع ہوتی ہے) جبکہ شوگر ملیں انتظار کرنے کو ترجیح دیتی ہیں کیونکہ خوب پکے ہوئے گنے سے سکروز کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور ریکوری کا تناسب بہتر ہوجاتا ہے۔ اس مسئلے کا ایک حل یہ ہے کہ گنے کی قیمت سکروز کی مقدار (وزن کے بجائے) کے مطابق مقرر کی جائے جیسا کہ قومی شکر پالیسی میں مندرج ہے۔

4 ماخذ: غذائی تحفظ کا عالمی اشاریہ (http://foodsecurityindex.eiu.com/Country/Details#Pakistan)

اشیا سازی میں نمو خاص طور پر پست رہی حالانکہ خام مال کی عالمی قیمتوں میں مسلسل کمی،[5] تعمیرات میں طاقتور نمو، اور گاڑیوں کی طلب میں مستحکم بحالی سے انہیں فوائد ملے۔ جن صنعتوں کو گذشتہ سال طاقتور نمو ملی ان صنعتوں میں کچھ سست روی اگرچہ متوقع تھی (مثلاً شکر، کھاد، خوردنی تیل اور گھی، اور پیٹرولیم مصنوعات)، تاہم کمزور بیرونی طلب مزید کمی کا باعث بنی (جس سے سوتی دھاگہ، کپڑے اور دیگر ٹیکسٹائل اشیا پر اثر پڑا)، اور دوسرا اثر توانائی کی قلت نے (مثلاً ٹیکسٹائل، شیشہ، کاغذ، چمڑا پر) ڈالا۔

آخر کار خدمات کا شعبہ م س 14ء کی 4.4 فیصد نمو سے بآسانی آگے نکل کر م س 15ء میں 5 فیصد نمو حاصل کر گیا، جس کی اہم وجہ عمومی سرکاری خدمات اور مالیات و بیمہ میں تیز رفتار بحالی ہے۔

م س 15ء کی اہم خصوصیت حکومت کی طرف سے مستحکم تعاون تھا، یہ تعاون معیشت کو نمو کی بلند تر سطح پر لے جانے، اور اجناس کے عالمی نرخوں میں کمی کے مضمرات سے نمٹنے، دونوں کے لیے تھا۔ خاص طور پر اشیا سازی (مثلاً تعمیرات اور منسلک صنعتوں، اور گاڑیوں کے شعبے) میں، اور شعبہ خدمات میں حکومت کے تعاون سے جی ڈی پی کی نمو برقرار رکھنے میں مدد ملی۔ مثال کے طور پر انفراسٹرکچر میں سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام (پی ایس ڈی پی) کے تحت پہلے سے زیادہ رقم خرچ کرنے سے تعمیرات اور منسلکہ شعبوں مثلاً فولاد، سیمنٹ، اور رنگ وروغن کی پیداوار بڑھی، نیز 'اپنا روزگار اسکیم' کے آغاز اور ٹریکٹرز پر جی ایس ٹی کم کرنے سے گاڑیوں کے شعبے میں اشیا سازی کو بحالی میسر آئی۔ خدمات کے شعبے میں، تنخواہیں بڑھنے سے عمومی سرکاری خدمات میں نمو کو بڑھاوا ملا[6] اور بینکوں سے حکومت کی قرضے کی بھاری ضروریات کی بنا پر مالیات و بیمہ کو اثاثوں میں بلند تر نمو حاصل کرنے میں مدد ملی اور نفع یابی بھی بہتر ہوئی۔

اجناس کے عالمی نرخ گرنے سے معاشی استحکام آیا تاہم ردِعمل کے پالیسی اقدامات سے ملکی معیشت پر اس کے مختلف اثرات مرتب ہوئے۔[7] بالخصوص حکومت نے کاشتکاروں اور بعض صنعتوں (مثلاً لوہا اور فولاد) کو سستی درآمدات سے تحفظ دلایا، اس کے ساتھ ساتھ تیل کی پست عالمی قیمتوں کا فائدہ عام صارفین کو پہنچایا گیا۔[8] مؤخر الذکر فیصلے سے نہ صرف ملکی صَرف میں اضافہ ہوا بلکہ گرانی کا دباؤ بھی محدود رہا، چنانچہ مرکزی بینک کو نرم زری پالیسی اپنانے کے لیے گنجائش میسر آئی۔

مستقبل قریب میں اجناس کے عالمی نرخ کم رہنے کی توقع ہے۔ اس کے علاوہ سلامتی کی بہتر صورتِ حال اور معاشی استحکام میں آنے والی بہتری بلند و پائیدار جی ڈی پی نمو کے لیے، جو بڑھتی ہوئی افرادی قوت کو جذب کرنے اور معیارِ زندگی عمدہ بنانے کے لیے کافی ہو، حالات سازگار بنا رہی ہے (باکس **2.1**)۔ ''وژن 2025ء'' کا بھی یہی مقصد ہے کہ ملک کو نچلی متوسط آمدنی والی سطح سے بلند کر کے بالائی متوسط آمدنی والی سطح پر لانے کے لیے 2018ء اور اس کے بعد 8 فیصد سے زائد نمو حاصل کی جائے۔[9]

یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے ہمیں ان مزمن مسائل کو حل کرنے کی ضرورت ہوگی جو نمو میں حائل ہیں۔ ماضی قریب میں پالیسیوں کا بیشتر محور توانائی کی قلت رہا ہے، اور توانائی کا مسئلہ نمو میں حائل سب سے بڑی رکاوٹ ہے (باب **3**)۔ پانی کی قلت بھی ایک انتاہی اہم مسئلہ ہے تاہم کہیں زیادہ پیچیدہ بھی ہے کیونکہ اس کے حل کے لیے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے مابین قریبی رابطہ ضروری ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ پاکستان ان ملکوں میں سے ایک ہے جہاں پانی کی قلت کا شدید خطرہ پایا جاتا ہے اس کے باوجود ہمارا ملک اب بھی پانی کی بڑی مقدار سمندر کی نذر کر دیتا ہے اور یہاں پانی کا استعمال بھی سمجھداری سے نہیں کیا جاتا۔ یہ انتہائی خطرناک صورتِ حال ہے کیونکہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ آبادی اور شہر کاری بڑھتی جائے گی اور پانی کی قلت شدید تر ہوتی جائے گی۔ ہمیں ضرورت اس بات کی ہے کہ موسموں کی تبدیلی کے نتیجے میں حاصل ہونے والا اضافی پانی مزید ذخیرے بنا کر محفوظ کریں اور لوگوں کو پانی کے تحفظ کی ترغیب دے کر قیمتوں کا مناسب تعین کریں (باکس **2.2**)۔

5 پاکستان جیسی زرعی معیشت والے ملک کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ بہتر یافت کے ذریعے غذائی دستیابی میں اضافہ کیا جائے، غذا کی درآمد سے ادائیگیوں کے توازن کی رکاوٹیں مزید بڑھیں گی۔

6 عالمی بینک کا اجناس کے نرخوں کا اشاریہ برائے دھات اور معدنیات جولائی 2014ء سے جون 2015ء تک 20.2 فیصد گر گیا۔ آئی ایم ایف کے مطابق صنعتی خام مال کے نرخوں کا اشاریہ جون 2015ء میں چھ سال کی پست ترین سطح پر تھا۔ خام مال کی پست لاگت سے اقتصادی سرگرمیوں کو فائدہ ہوتا ہے کیونکہ نفع یابی بڑھتی ہے (جس سے سرمایہ کاری کو فروغ ملتا ہے)، اور صارفین کی حقیقی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔

7 ماخذ: پاکستان اقتصادی سروے 15-2014ء

8 اجناس کے عالمی نرخ گرنے سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ گرانی کا ملکی دباؤ تیزی سے کم ہو گیا۔ تاہم تجارتی کھاتے میں متوقع بہتری حاصل نہ کی جا سکی، کیونکہ تیل کے پست درآمدی اخراجات سے ہونے والے فوائد غیر تیل درآمدات (خصوصاً خام مال، مشینری اور صارفی اشیا) میں اضافے سے زائل ہو گئے۔ مالیاتی کھاتے میں، تیل کی گرتی ہوئی قیمتوں کی بنا پر پست ٹیکس وصولی ہوئی جس کی جزوی تلافی بجلی سے متعلق زرِاعانت میں ہونے والی کمی نے کر دی۔

9 مثال کے طور پر فصلوں کے شعبے میں حکومت نے گندم کی سرکاری قیمت بڑھائی، گندم کی درآمد پر ریگولیٹری ڈیوٹی نافذ کی، اور گندم اور شکر کی برآمد پر زرِاعانت ادا کی۔ حکومت نے فولاد کی درآمد پر بھی ریگولیٹری ڈیوٹی نافذ کی۔

باکس 2.1 : پاکستان کے لیے مناسب شرح نمو کیا ہونی چاہیے؟

پالیسی سازوں کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ بلند اور پائیدار جی ڈی پی نمو حاصل کی جائے تاہم یہ بات بحث طلب ہے کہ یہ سطح کتنی ہونی چاہیے۔ایک رائے یہ ہے کہ نمو بڑھتی ہوئی افرادی قوت کو جذب کرنے کے قابل ضرور ہونی چاہیے۔

دستیاب اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں 1980ء تا 2015ء کے دوران 10 سال اور اس سے زائد عمر کی آبادی سالانہ 2.8 فیصد کی اوسط رفتار سے بڑھی ہے۔[10] اس بڑھتی ہوئی افرادی قوت کو کتنی جی ڈی پی نمو جذب کرے گی، اس بات کا انحصار جی ڈی پی سے حاصل ہونے والی روزگاری لچک (employment elasticity) پر ہوگا۔ پاکستان کے بارے میں پائی جانے والی کتب سے تصدیق ہوتی ہے کہ جی ڈی پی نمو میں ایک فیصدی درجے اضافے سے افرادی قوت کے 0.11 تا 0.37 فیصد کے لیے ملازمتیں پیدا ہوں گی (**جدول 2.1.1**)۔ اگر ہم 0.4 جیسی بلند روزگاری لچک فرض کرلیں تو نئی افرادی قوت کو کھپانے کے لیے اس کا مطلب ایک سال میں 7 فیصد جی ڈی پی نمو ہوگا۔ ہمیں پہلے سے موجود بے روزگار افرادی قوت کو کھپانے کے لیے یقیناً بلند جی ڈی پی نمو درکار ہے۔

جدول 2.1.1 : پاکستان میں جی ڈی پی میں ملازمتوں کی لچک

	مطالعہ	لچک
1۔	بقائی (1979ء)	0.33
2۔	کمال (1990ء)	0.20
3۔	چوہدری اور حامد (1998ء)	0.37
4۔	اسلم اور ذوالفقار (2008ء)	0.11
بقائی ایم (1979ء)، Pakistan's Pattern of Development and Prospects, Pakistan Economics and Social Review, جلد 17 (3 تا 4)، صفحات 1 تا 62		
کمال اے (1990ء) Balance of Supply and Demand for Manpower, GOP/UNDP/ILO ARTEP, اسلام آباد		
چوہدری ایم اے اور اے حامد (1998ء) Unemployment in Pakistan, Pakistan Economic and Social Review, جلد 36 (2)، صفحات 147 تا 170		
اسلم ایم اور کے ذوالفقار (2008ء) Management of Human Resources: Employment Patterns and Dimensions of Unemployment in Pakistan; National Conference on Socio- Economic Challenges Faced by Pakistan, بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، 2 تا 3 جون، 2008ء (غیر مطبوعہ دستاویز)		

ترقی پذیر ممالک بلند نمو چاہتے ہیں تاکہ امیر ملکوں کے نزدیک ہوسکیں۔ گذشتہ 20 سال کے دوران پاکستان کی فی کس آمدنی 2 فیصد سے کم کی اوسط شرح سے بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ یہ شرح اس مدت کے دوران او ای سی ڈی ملکوں کی آمدنی میں ہونے والی 1.3 فیصد نمو سے زیادہ ہی ہے تاہم پاکستان کی کارکردگی علاقے کے دوسرے ملکوں سے کافی پست ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ او ای سی ڈی ملکوں کے نزدیک پہنچنے کے سلسلے میں پاکستان جنوبی ایشیا کے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں بہت پیچھے ہے (**شکل 2.1.1**)۔

نمو اور ترقی پر عالمی بینک کمیشن کی رپورٹ (2008ء) نے اس بات کا تجزیہ کیا کہ مختلف ملکوں کو او ای سی ڈی ملکوں کے قریب پہنچنے کے لیے کتنی نمو درکار ہوگی۔ رپورٹ کے مطابق اگر پاکستان 8.3 فیصد کی اوسط نمو سے ترقی کرے تب بھی وہ او ای سی ڈی ملکوں کی آمدنی کی سطح پر 2050ء سے پہلے نہیں پہنچ سکتا۔

خلاصہ یہ کہ پاکستان 8 فیصد سے زائد کی شرح نمو کے ساتھ اپنی افرادی قوت کو کھپا سکتا ہے اور ترقی یافتہ ملکوں کے قریب پہنچ سکتا ہے۔ ''وژن 2025ء'' میں بھی ہدف یہی رکھا گیا ہے کہ جی ڈی پی کی نمو 2018ء اور اس کے بعد 8 فیصد سے زائد ہوگی، اس طرح کی کارکردگی سے پاکستان نچلی متوسط آمدنی والی سطح سے بلند ہو کر بالائی متوسط آمدنی والی سطح حاصل کرلے گا۔ یقیناً یہ ایک دشوار کام ہے، جی ڈی پی کی نمو کے ماضی کے رجحانات کا جائزہ واضح طور پر بتاتا ہے کہ ایسے بہت کم مواقع آئے جب یہ نمو 8 فیصد سے بڑھی (**شکل 2.1.2**)۔

شکل 2.1.1: او ای سی ڈی کے ملکوں کی نسبت شرح مسابقت

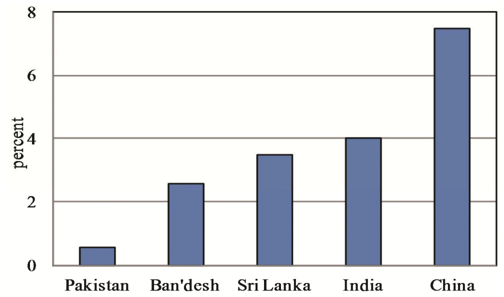

Catchup is defined as the difference in average (1995-2014) growth of per capita GDP (at constant US$ price of 2005) for individual country and that of OECD as a group.
Source: Haver Analytics

شکل 2.1.2: جی ڈی پی کی نمو کا ماضی کا رجحان

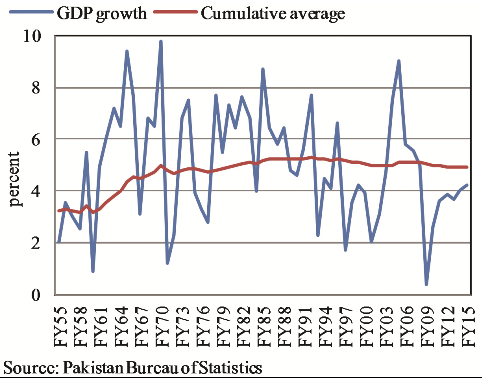

Source: Pakistan Bureau of Statistics

[10] عالمی بینک کی درجہ بندی کے مطابق نچلی متوسط آمدنی والے ملکوں میں فی کس خام ملکی آمدنی (GNI) 1,045 امریکی ڈالر اور 4,125 امریکی ڈالر کے درمیان ہے (جسے عالمی بینک کے اٹلس میتھڈ کے ذریعے معلوم کیا جاتا ہے)، جبکہ بالائی متوسط آمدنی والے ملکوں میں فی کس خام ملکی آمدنی 4,125 امریکی ڈالر اور 12,736 امریکی ڈالر کے درمیان ہوتی ہے۔ اس طریقے کے حساب سے 2014ء میں پاکستان کی فی کس خام ملکی آمدنی 1,410 امریکی ڈالر تھی۔

بلند اور مستحکم معاشی نمو حاصل کرنے کے لیے پاکستان کو اپنی پیداواریت کی سطح خاصی بڑھانی ہوگی۔ اس کے لیے دوسری چیزوں کے علاوہ انسانی سرمائے میں سرمایہ کاری کی ضرورت ہوگی کیونکہ بہتر مہارت سے آراستہ افرادی قوت آبادی کے لحاظ سے ملک کو زیادہ فائدہ پہنچا سکتی ہے۔[11,12]

جدول 2.1: زراعت کی کارکردگی							
حصہ اور نمو فیصد میں، حصہ داری فیصدی درجے میں							
	جی ڈی پی میں حصہ مس15ء	نمو			زرعی نمو میں حصہ داری		
		مس14ءن	مس15ءہ	مس15ء	مس14ء	مس15ء	
فصل	8.3	3.2	2.4	1.0	1.3	0.4	
بڑی فصلیں	5.3	8.0	1.5	0.3	2.0	0.1	
چھوٹی فصلیں	2.3	-5.4	4.5	1.1	-0.7	0.1	
کپاس کی جننگ	0.6	-1.3	5.0	7.4	0.0	0.2	
گلہ بانی	11.8	2.8	3.8	4.1	1.5	2.3	
جنگل بانی	0.4	-6.7	2.0	3.1	-0.1	0.1	
ماہی گیری	0.4	1.0	2.0	5.8	0.0	0.1	
مجموعی	**20.9**	**2.7**	**3.3**	**2.9**	**2.7**	**2.9**	
ن: نظرثانی شدہ ہ: ہدف							
ماخذ: پاکستان دفتر شماریات							

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ایسی پالیسیوں کی ضرورت ہے جو ماہر افرادی قوت کو معیشت کے سب سے زیادہ پیداواری شعبوں میں کھپا سکیں۔ صورتِ حال یہ ہے کہ پاکستان کی اب بھی 40 فیصد سے زائد افرادی قوت کم پیداواری زراعت سے وابستہ ہے (اور ممکنہ موسمیاتی تبدیلیوں کی زد میں بھی ہے)، جو جی ڈی پی میں صرف 20 فیصد حصہ ڈالتی ہے۔[13] دوسری جانب، صنعت کے شعبے میں (جہاں محنت کی پیداواریت بلند ترین ہے) محض 23 فیصد مزدوروں کی کھپت ہے، اور اس شعبے نے حالیہ برسوں میں ناقص کارکردگی دکھائی ہے (باکس 2.3)۔ جی ڈی پی میں صنعت کا پست اور گرتا ہوا تناسب، اور چند ذیلی شعبوں (ٹیکسٹائل، شکر) میں ارتکاز ہونا تشویشناک ہے۔[14] عالمی مسابقتی اشاریے میں پاکستان کا جو درجہ 07-2006ء میں 83 (131 ملکوں میں سے) تھا، وہ گر کر اب 129 (144 ملکوں میں سے) ہوگیا ہے۔ چنانچہ پیداواری نمو بڑھانے، اور بڑھتی ہوئی افرادی قوت کے لیے کافی ملازمتیں فراہم کرنے کا بوجھ شعبہ خدمات پر آپڑا ہے۔[15] تاہم شعبہ خدمات میں بھی ہماری نمو علاقے کے ہمسر ممالک سے بہت کم ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہمیں تمام شعبوں میں پیداواریت بڑھا کر معیشت کو ترقی دینے کی ضرورت ہے۔ سرمایہ کاری نمو کا ایک بنیادی ستون ہے، پاکستان کو اپنی شرح سرمایہ کاری جی ڈی پی کی موجودہ شرح (سرکاری و نجی شعبہ) میں 15.1 فیصد حصے سے خاصی بڑھانی ہوگی۔ اس مقصد کو ایک مؤثر اور مربوط صنعتی پالیسی کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے جو صنعتی اور برآمدی بنیاد وسیع کرنے کے لیے تشکیل دی گئی ہو۔

2.2 زراعت

مس15ء کے دوران زراعت نے متعدد دشواریوں کا سامنا کیا۔ مثال کے طور پر جب عالمی منڈی میں اجناس کے نرخ تیزی سے گرے اور ملک میں زرعی مصنوعات کے نرخ پست ہوئے تو کاشتکاروں کی آمدنی بھی کم ہوگئی۔ خام مال کے معاملے میں اگرچہ ڈیزل کے نرخ گرے تاہم عالمی رجحان کے مطابق کھاد کے نرخ کم نہیں ہوئے۔ نیز، ناسازگار موسمی تبدیلیوں نے کئی اہم فصلوں کی یافت کم کردی (مثلاً طویل سرما، اور فصل کے اہم مرحلے پر ژالہ باری رطوفانی ہواؤں نے گندم کی یافت پر منفی اثر ڈالا)۔

چنانچہ فصلوں کے معاملے میں مس15ء میں صرف ایک فیصد نمو ہوئی جبکہ گذشتہ سال 3.2 فیصد نمو حاصل ہوئی تھی (جدول 2.1)۔ اہم فصلوں اور چھوٹی فصلوں دونوں کے اہداف حاصل نہ ہوئے اور وہ بڑے فرق سے۔ تاہم گلہ بانی کے شعبے کی بہتر کارکردگی کی بنا پر کچھ سہارا ملا جس سے زراعت کی نمو گذشتہ سال کی سطح سے بڑھ گئی۔

11 ماخذ: عالمی آبادی کے امکانات، نظرثانی 2015ء منجانب اقوام متحدہ کا شعبہ اقتصادیات وسماجی امور، آبادی ڈویژن۔

12 پاکستان کی آبادی کا تخمینہ 2015ء میں 190 ملین ہے، یہ دنیا میں چھٹی سب سے بڑی آبادی ہے۔ مزید برآں، چونکہ تقریباً نصف آبادی 15 تا 49 سال والے گروپ کی ہے اس لیے پاکستان اس گروپ کو مناسب ہنر اور مہارتیں سکھا کر بھاری پیداواری فوائد حاصل کرسکتا ہے۔

13 تعلیم کی بلند سطح شرح پیدائش کم کرتی ہے جس کے نتیجے میں کام کے قابل بالغ افراد کی تعداد بہ نسبت بقیہ آبادی بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ پاکستان آبادی سے حاصل ہونے والے فوائد کافی پہلے حاصل کرسکتا ہے۔

14 عموماً سمجھا جاتا ہے کہ محنت کی پیداواریت زراعت میں سب سے کم ہے (شاید اس کا سبب مشینیت کا محدود ہونا ہے)، اور صنعت میں سب سے زیادہ۔

15 یہ رجحان جنوبی ایشیا کے دوسرے علاقائی ملکوں (مثلاً بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا) سے بھی مختلف ہے جہاں پیداوار میں صنعت کا حصہ مسلسل بڑھ رہا ہے۔

زرعی خام مال میں پانی کی دستیابی خریف اور ربیع، دونوں فصلوں کے لیے گذشتہ سال سے بہتر رہی۔[16] اس کے علاوہ م س 15ء کے دوران زراعت کو قرضوں کی تقسیم میں سال بسال 31.8 فیصد نمو دیکھی گئی۔[17] توقع کے مطابق پیداواری قرضے اس تقسیم کا 88 فیصد رہے۔[18] تاہم کھاد کا استعمال کم رہا جس کا سبب شاید کاشتکاروں کی آمدنی پر دباؤ تھا۔[19]

جدول 2.2: فصلوں کی یافت – مختلف ملکوں کا موازنہ، ٹن فی ہیکٹر

	چین		بھارت		پاکستان		امریکہ	
	2005ء	2013ء	2005ء	2013ء	2005ء	2013ء	2005ء	2013ء
آلو	16.0	17.0	20.8	25.1	19.9	24.1	48.2	51.4
چاول	6.9	7.4	3.5	4.0	3.5	3.9	8.2	9.5
گنّا	70.5	76.1	71.4	74.3	53.9	62.3	78.6	83.5
گندم	4.7	5.6	2.9	3.5	2.9	3.1	3.1	3.5

نوٹ: فصلوں کی یافت کا تازہ ترین ڈیٹا 2013ء سے تعلق رکھتا ہے۔

ماخذ: FAOSTAT (faostat.fao.org)

علاقے کے دوسرے ملکوں اور عالمی اوسط کے مقابلے میں پاکستان میں فصلوں کی کم یافت (جدول 2.2) غذائی تحفظ کے تناظر میں سنگین خدشے کی نشان دہی کرتی ہے۔ اکنامسٹ انٹیلی جنس یونٹ کے مطابق پاکستان غذائی تحفظ کے معاملے میں (109 ملکوں کی فہرست میں) بہت نیچے 77 ویں نمبر پر ہے۔ زیادہ اہم یہ بات ہے کہ 2012ء سے بدستور یہی درجہ ہے (جدول 2.3)۔ اسی طرح "بھوک کے عالمی اشاریے" کے مطابق، جسے انٹرنیشنل فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مرتب کرتا ہے، بھوک کے معاملے میں پاکستان متواتر بہتری کی طرف گامزن ہے تاہم یہ اب بھی "سنگین بھوک" کے زمرے میں موجود ہے جو "خطرناک" زمرے سے صرف چند پوائنٹ دور ہے۔

جدول 2.3: غذائی تحفظ کی صورتِ حال

	مہیا کرنے کی استعداد		دستیابی		معیار اور سلامتی		مجموعی	
	2012ء	2015ء	2012ء	2015ء	2012ء	2015ء	2012ء	2015ء
اسکور								
پاکستان	32.7	37.1	41.8	50.9	56.0	53.0	40.5	45.7
سری لنکا	45.5	50.3	55.9	59.5	47.1	46.2	50.3	53.7
بنگلہ دیش	32.9	32.9	42.8	44.9	31.3	28.5	37.0	37.4
بھارت	38.3	47.4	55.4	56.1	44.8	45.3	46.8	50.9
درجہ								
پاکستان	84	77	87	74	58	64	77	77
سری لنکا	65	66	52	49	73	78	64	63
بنگلہ دیش	83	85	85	90	96	102	84	89
بھارت	74	72	53	58	75	79	70	68

ماخذ: اکنامک انٹیلی جنس یونٹ رپورٹ

غذائی تحفظ کے حوالے سے تشویش بڑھتی ہوئی آبادی کی بنا پر مزید شدید ہو جاتی ہے۔ تخمینوں کے مطابق امکان ہے کہ پاکستان کی آبادی 190 ملین کی موجودہ سطح سے 2025ء تک بڑھ کر 227 ملین سے زائد ہو جائے گی۔ اس بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے غذا کی فراہمی کو یقینی بنانا اس وقت مزید پیچیدہ ہو جاتا ہے جب (الف) قابلِ کاشت اراضی نئی شہری بستیاں بسانے کے لیے استعمال ہو جائے، (ب) فصلوں کی یافت نہ صرف پست ہو بلکہ آب وہوا کی تبدیلی اور شدید موسمی حالات کی زد پر ہو،[20] (ج) آبپاشی کا نظام بہت پرانا ہو جو پانی کی بڑھتی ہوئی قلت کو پورا نہ کرسکتا ہو، (د) غذائی پراسیسنگ کی خصوصیت یہ ہو کہ ذخیرے کی جگہ محدود ہو اور بعد از کٹائی ضیاع ہوتا ہو۔

پاکستان کی زراعت کو درپیش ایک اور خطرہ پانی کی کمیابی ہے۔ آئی ایم ایف کی رپورٹ کے مطابق پاکستان دنیا کے ان 36 ملکوں میں سے ایک ہے جہاں پانی کی شدید قلت ہے۔[21] آبادی میں اضافے، شہرکاری، اور آب وہوا کی تبدیلی کی بنا پر صورتِ حال بدتر ہو سکتی ہے۔ اس بڑھتے ہوئے دباؤ کے باوجود پاکستان اپنے پانی کو پورا استعمال نہیں کر پا رہا اور بھاری مقدار ضائع کر رہا ہے۔ ہمیں ذخائر اور مناسب قیمت بندی کی اشد ضرورت ہے تاکہ پانی کو محفوظ رکھنے اور دانشمندانہ استعمال کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

16 مجموعی لحاظ سے خدمات کے شعبے کو (ناقابلِ تجارت ہونے کی بنا پر) صنعت کے مقابلے میں عام طور پر کم پیداواری سمجھا جاتا ہے، تاہم ٹیکنالوجی کی ترقی نے خدمات کی بعض سرگرمیوں کو نہایت پیداواری بنا دیا ہے۔

17 م س 15ء کے دوران پانی کی دستیابی 69.3 ملین ایکڑ فٹ رہی جو گذشتہ سال کی دستیابی 65.5 ملین ایکڑ فٹ سے بہتر ہے۔

18 م س 15ء کے دوران زرعی قرضے کا اجرا گذشتہ سال کے 391.4 ارب روپے سے بڑھ کر 515.9 ارب روپے ہو گیا۔

19 ترقیاتی قرضوں کا تناسب بتدریج بڑھ رہا ہے جس کا سبب گلّہ بانی اور ڈیری کو قرضے دینے میں بینکوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی ہے۔

20 یوریا کی عالمی قیمتیں کچھ حد تک کم ہوئیں تاہم ملکی نرخ جو جون 2014ء میں 1,849 روپے فی 50 کلوگرام تھے، جون 2015ء میں بڑھ کر 1,883.5 روپے فی 50 کلوگرام ہو گئے۔

21 آب وہوا میں تبدیلی کے معاملے میں سب سے زیادہ زد پذیر ملکوں میں پاکستان آٹھویں درجے پر ہے۔ چھوٹے زمیندار خصوصاً وہ جو بارانی علاقوں میں ہیں، خطرے سے دوچار ہیں۔

باکس 2.2: پست پیداواریت اور نقصانات پانی کی قلت کو سنگین تر بنا رہے ہیں

پاکستان دنیا کے ان ملکوں میں سے ایک ہے جہاں پانی کی شدید قلت ہے۔ عالمی بینک کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں پانی کی فی کس دستیابی افغانستان، بھارت، بنگلہ دیش اور صومالیہ سے بھی بہت کم ہے (**شکل 2.2.1**)۔[22] اور پانی کی یہ قلت بڑھتی ہوئی آبادی اور ٹھہری ہوئی رسد کے تناظر میں بدتر ہوسکتی ہے۔[23,24] اس صورتِ حال میں واحد قابلِ عمل راستہ یہ ہے کہ ضیاع کو محدود کرکے اور پیداواریت کو بہتر بنا کر پانی کو محفوظ کیا جائے۔

شکل 2.2.1: ایم تھری میں پانی کی فی کس دستیابی

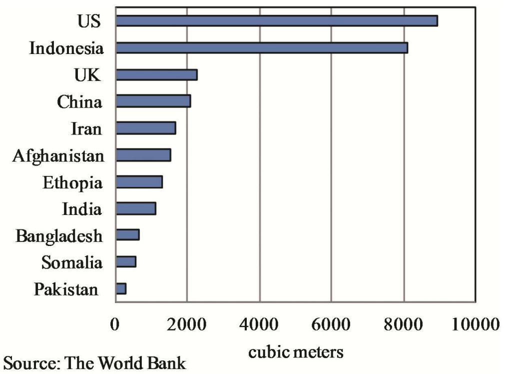

Source: The World Bank

پانی کا ضیاع غیر معمولی طور پر بلند ہے

زراعت میں پانی تین طرح سے ضائع ہوتا ہے: (الف) بخارات بن کر اُڑ جاتا ہے، (ب) مٹّی میں جذب ہوتا یا رِستا رہتا ہے، اور (ج) اضافی پانی سمندر میں جا گرتا ہے۔ بخارات بن کر اُڑ جانے والے پانی کی مقدار ناپنا بھی مشکل ہے اور اس کی روک تھام کرنا بھی۔

تخمینے کے مطابق رِساؤ کی بنا پر ہونے والا ضیاع بہت زیادہ ہے: اندازاً 25 سے 30 فیصد پانی نہروں اور نالوں میں ضائع ہوجاتا ہے، 25 سے 40 فیصد پانی استعمال ہوتا ہے۔[25] اگرچہ رِسنے والا پانی زیرِ زمین پانی کی سطح کو بڑھا دیتا ہے (اور قابلِ حصول ہے) تاہم خاصی بڑی مقدار تھور کی نذر ہوجاتی ہے۔ اس ضیاع کو روکنے کے لیے آبپاشی کے نظام پر بھاری سرمایہ کاری کی ضرورت ہوگی۔

جہاں تک سمندر میں گر کر ضائع ہونے والے پانی کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی کی آمد اور اس کے استعمال میں موسمی فرق موجود ہے، دستیاب ذخیرے کم ہیں، اور ساحلی علاقوں میں سمندری پانی اور تازہ پانی کے درمیان توازن برقرار رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تخمینوں کے مطابق مغربی دریاؤں کے سالانہ بہاؤ کا دو تہائی سے زیادہ پانی تین مہینوں (یعنی جون تا اگست) میں آتا ہے جبکہ پانی کی ضرورت سارا سال رہتی ہے۔[26] اس کا مطلب ہے کہ ذخیرے کی کم گنجائش کے پیشِ نظر ہمارے پاس کوئی راستہ اس کے سوا نہیں کہ اضافی پانی سمندر کی نذر کردیں۔[27] جب ملک میں سیلاب آتے ہیں تو یہ بہاؤ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

جدول 2.2.1: اراضی اور پانی کی پیداواریت

پیداواریت فی یونٹ پانی (کلوگرام فی مکعب میٹر)		پیداواریت فی یونٹ اراضی (ٹن فی ہیکٹر)	
کینیڈا	8.72	فرانس	7.60
امریکہ	1.56	مصر	5.99
چین	0.80	سعودی عرب	5.36
بھارت	0.39	پنجاب (بھارت)	4.80
پاکستان	0.13	پاکستان	2.24

ماخذ: طارق ایس، پانی کی پیداواریت پر ایک پریزنٹیشن، جو آبی وسائل کے مربوط انتظام کے موضوع پر قومی سیمینار منعقدہ اسلام آباد میں 2005ء میں دی گئی۔

سمندری پانی کو ساحلی علاقوں میں گھس آنے سے روکنے کے لیے پانی کی جو کم سے کم مقدار سمندر میں ضائع کرنا ضروری ہے اس پر کوئی ماحولیاتی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ تاہم پانی کے سمندر میں ضیاع کی وہ کم سے کم مطلوبہ مقدار کیا ہے، اس پر واضح اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ سالانہ 10 ملین ایکڑ فٹ مقدار کافی ہے، جبکہ ایک اور مطالعہ بتاتا ہے کہ پانچ سال میں مجموعی طور پر 25 ملین ایکڑ فٹ مقدار (یعنی سالانہ 5 ملین ایکڑ فٹ) کافی ہے، اور 5000 کیوسک کا مسلسل بہاؤ اس مقصد کو بخوبی پورا کرتا ہے۔[28] یہ بات دلچسپ ہے کہ 'ارسا' کے مطابق سمندر میں جا گرنے والے پانی کی حقیقی مقدار 27 ملین ایکڑ فٹ سالانہ (اوسط) ہے اور یہ سلسلہ 1990ء کی دہائی کے آغاز سے جاری ہے۔ اس مدت کے دوران آنے والے شدید سیلابوں کے اثرات کو نظر انداز کردیا جائے تو بھی سمندر میں جا گرنے والا پانی 17 ملین ایکڑ فٹ ہے جو کم از کم ضرورت سے بہت زیادہ ہے۔

بدقسمتی سے صوبوں کے مابین وسائل کی تقسیم پر برقرار اختلافات نے نہ صرف بڑے آبی ذخائر کی افادیت پر بحث کو گڈمڈ کردیا ہے بلکہ زیادہ بڑے مسئلے یعنی ملک میں پانی کی قلت پر سے توجہ ہٹادی ہے۔

22 آئی ایم ایف کے عملے کی بحث میں ایک نکتہ، جون 2015ء "Is the Glass Half Empty or Half Full? Issues in Managing Water Challenges and Policy Instruments"،

23 ماخذ: عالمی بینک کا ڈیٹا درج ذیل لنک سے حاصل کیا گیا، http://data.worldbank.org/indicator/ER.H2O.INTR.PC

24 پانی کی مجموعی دستیابی کے تخمینوں میں بڑا فرق پایا جاتا ہے: پاکستان واٹر پارٹنرشپ (PWP) کے مطابق پاکستان میں 153 ملین ایکڑ فٹ رقبے کے لیے پانی دستیاب ہے، اور پانی کے مجموعی زمینی ذخائر تقریباً 24 ملین ایکڑ فٹ ہیں (ماخذ http://pwp.org.pk) ایک اور تخمینہ لغاری، وانہیم اور راچ نے "دی انڈس بیسن" میں کیا جس کے تحت دوبارہ کارآمد بنائے گئے (renewable) پانی کی اوسط دستیابی تقریباً 154 ملین ایکڑ فٹ ہے جس میں 45 ملین ایکڑ فٹ پانی زمین کا ہے۔ دستیاب پانی کا بلحاظ استعمال لگ بھگ 95 فیصد زراعت میں استعمال ہوتا ہے۔

25 پانی کی طلب 2025ء تک 261 ملین ایکڑ فٹ تک پہنچنے کی توقع ہے جبکہ رسد تقریباً 150 ملین ایکڑ فٹ رہے گی (اس میں موسمیاتی تبدیلیوں کے اثرات شامل نہیں ہیں)، چنانچہ 111 ملین ایکڑ فٹ کا فرق سامنے آتا ہے (ماخذ: کاہلوں ایم اکرم، اور اے مجید (2002ء) 'پاکستان میں آبی وسائل کی صورتحال: مسائل اور مستقبل کی حکمت عملیاں' سہ ماہی سائنس وژن، جلد 7، شمارہ 3 اور 4، جنوری تا جون 2002ء)

26 ماخذ: پاکستان واٹر وژن 2025ء منجانب پاکستان واٹر پارٹنرشپ 2001ء، http://www.pwp.org.pk/

27 ماخذ: انڈس ریور اتھارٹی (ارسا) کی جانب سے پانی کے بہاؤ کے اعداد و شمار۔

28 ایک تخمینے کے مطابق پاکستان میں ڈیموں کا مجموعی ذخیرہ اوسط طلب کے صرف 30 دن کے پانی کا ہے جبکہ بھارت میں یہ تخمینہ 220 دن، مصر میں 1,000 دن ہے (ماخذ: دریائے سندھ کے پانی کا بہتر انتظام منجانب عالمی بینک، پتہ یہ ہے، (http://siteresources.worldbank.org۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ڈیموں کی تہہ میں گاد جمع ہونے سے یہ استعداد وقت گذرنے کے ساتھ کم ہوتی جارہی ہے۔

پانی سے پیداواری فائدہ اٹھانے کی شرح پست ہے اور حفاظت پر توجہ نہیں ہے

پاکستان میں پانی سے پیداواری فائدہ اٹھانے کی شرح دوسرے ملکوں سے خاصی پست ہے (**جدول 2.2.1**)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آبپاشی کے روایتی طریقوں (جیسے بہاؤ کے ذریعے آبپاشی) پر زیادہ انحصار کیا جاتا ہے جو اضافی پانی چھوڑنے، رِساؤ کے ذریعے پانی کے گہرائی میں جذب ہونے، اور بخارات بن کر اُڑ جانے کی بنا پر پانی کے بھاری ضیاع کا سبب بنتا ہے۔[29] حد سے زیادہ آبپاشی نہ صرف زمین کی کوالٹی کو نقصان پہنچاتی ہے (سیم کے ذریعے) بلکہ فصل کی یافت بھی کم کر دیتی ہے کیونکہ اضافی پانی پودوں کی جڑوں کے پاس سے غذائی اجزا کو چوس لیتا ہے۔[30] اس مضمر لاگت (implicit cost) کے باوجود کاشتکار اپنے کھیتوں کو ضرورت سے زیادہ پانی دیتے ہیں، خواہ فصل کو اس کی ضرورت نہ ہو۔ اس صورتِ حال کا بنیادی سبب وارہ بندی نظام ہے جس میں انہیں مخصوص دن پر پانی ملتا ہے۔ چنانچہ آبپاشی کے موجودہ نظام میں بڑی مقدار میں پانی ضائع ہو جاتا ہے۔

یہ بات خوش آئند ہے کہ آبپاشی کے ایسے زیادہ لچکدار طریقے جن میں پانی کی ضرورت کم ہوتی ہے، زیادہ یافت دیتے ہیں کیونکہ ان میں پانی اور زمین کی پیداواریت بہتر ہو جاتی ہے، کم محنت درکار ہوتی ہے اور مٹی کے خراب ہونے کا عمل بھی کم ہوتا ہے۔ کھیت میں کیے گئے تجربے سے معلوم ہوا کہ تقطیری آبپاشی (drip irrigation) سے پانی کی 40 فیصد بچت ہوتی ہے جبکہ روایتی طریقوں کے مقابلے میں پانی کی 98 فیصد افادیت حاصل کر لی جاتی ہے۔[31] اسی طرح سوراخ دار پائپ سے آبپاشی کا طریقہ 18 فیصد پانی بچاتا ہے اور پانی کی 77 فیصد افادیت حاصل کر لی جاتی ہے۔[32] اس کا مطلب یہ ہے کہ تقطیری آبپاشی اور سوراخ دار پائپ سے آبپاشی جیسے جدید طریقوں کے بارے میں آگاہی مہم چلا کر پانی کی کافی بچت کی جا سکتی ہے۔ ضیاع کو بڑے پیمانے پر اس طرح کنٹرول کیا جا سکتا ہے کہ نئے ذخائر تعمیر کر کے ذخیرے کی گنجائش بڑھائی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ موجودہ ذخائر میں سے تہہ نشیں مٹی نکال کر ان کو صاف بھی کیا جائے۔ اسی طرح پانی کے کھالوں کی استرکاری کر کے بھی رساؤ سے ہونے والا ضیاع روکا جا سکتا ہے۔

2.2.1 اہم فصلیں

گندم، مکئی اور گنّے کی پیداوار (جن کا مشترکہ وزن اہم فصلوں کے اضافہ قدر میں تقریباً 60 فیصد ہے) م س 15ء میں گر گئی، جبکہ کپاس اور چاول میں نمایاں بحالی آئی (**جدول 2.4**)۔

جدول 2.4: اہم فصلوں کی کارکردگی

	م س13ء	م س14ء	م س15ء	نمو (فیصد) م س14ء	نمو (فیصد) م س15ء
رقبہ (ہزار ہیکٹر میں)					
کپاس	2,879	2,806	2,961	-2.5	5.5
چاول	2,305	2,789	2,891	21.0	3.7
گنّا	1,129	1,173	1,141	3.9	-2.7
گندم	8,660	9,199	9,180	6.2	-0.2
مکئی	1,060	1,168	1,130	10.2	-3.3
پیداوار (ہزار ٹن میں، کپاس ہزار گانٹھیں)					
کپاس	13,031	12,769	13,960	-2.0	9.3
چاول	5,536	6,798	7,005	22.8	3.0
گنّا	63,750	67,460	62,652	5.8	-7.1
گندم	24,211	25,979	25,478	7.3	-1.9
مکئی	4,220	4,944	4,695	17.2	-5.0

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

کپاس (اہم فصلوں میں 27.95 فیصد حصے کی حامل): کپاس کی پیداوار 14 ملین گانٹھیں (فی گانٹھ 170 کلوگرام) رہی چنانچہ 15.1 ملین گانٹھوں کا سالانہ ہدف حاصل نہ ہوا تاہم گذشتہ سال کی سطح بآسانی عبور کر لی (**جدول 2.5**)۔ کپاس کی فصل کو رقبے میں اضافے اور بہتر یافت دونوں کا فائدہ پہنچا جس سے گذشتہ سال کے نقصانات کا ازالہ ہوا۔[33] اس کے علاوہ پانی کی بہتر دستیابی اور تصدیق شدہ بیجوں کی دستیابی سے خاصا سہارا ملا۔ تاہم بعض کاشتکاروں نے پست نرخوں کے خوف سے کپاس کی تیسری یا چوتھی چنائی نہیں کی۔

چاول (اہم فصلوں میں 12.35 فیصد حصے کا حامل): م س15ء میں چاول کی پیداوار 7 ملین ٹن تک جا پہنچی چنانچہ 6.7 ملین ٹن کا ہدف آسانی سے پورا کر لیا گیا۔ یہ حوصلہ افزا ہے کہ باسمتی چاول کی پیداوار بلند رہی جس کا بنیادی سبب زیرِ کاشت رقبہ بڑھنا ہے۔ گنّے اور مکئی کے بعض کاشت کاروں نے چاول اگائے۔ چاول کی بیشتر غیر باسمتی اقسام سندھ میں پیدا ہوتی ہیں جہاں پیداوار 1.1 فیصد بڑھی (**جدول 2.6**)۔[34]

گنّا (اہم فصلوں میں 12.1 فیصد حصے کا حامل): م س15ء میں 62.7 ملین ٹن گنّا پیدا ہوا جو 65.5 ملین ٹن ہدف سے کم ہے، اس کی وجہ گنّے کی زیرِ کاشت اراضی اور اس کی یافت دونوں میں ہونے والی کمی ہے (**جدول 2.7**)۔ گنّے کی زیرِ کاشت اراضی گذشتہ چھ سال میں پہلی بار کم ہوئی ہے۔ خصوصاً پنجاب میں یافت کم ہوئی۔ سندھ میں

29 پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈیولپمنٹ اینڈ ٹرانسپیرنسی کی رپورٹ 'پاکستان میں پانی کے بین الصوبائی مسائل'، صفحہ 9، جنوری 2011ء۔

30 عام طور پر کاشتکار اپنی زمینوں کو ضرورت سے زیادہ پانی دیتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے (i) آبپاشی کے اوقات کی مناسب معلومات کا نہ ہونا، اور (ii) زیادہ یافت حاصل کرنے کی خواہش۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ زیادہ پانی دینے سے زمین سیم زدہ اور زمینی پانی آلودہ ہو جاتا ہے۔

31 ماخذ: کاہلوں ایم اکرم، ایم اشرف اور ایم یاسین (2003ء) 'آبپاشی کے پانی کے کارگر استعمال اور فصلوں کی زیادہ سے زیادہ پیداوار کے لیے پانی کا انتظام' پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسز، اسلام آباد۔

32 ماخذ: اے بخش، اشفاق ایم، حسین ایم، رسول جف، حیدر زیڈ، اور فراز آر ایچ (2015ء)، 'رچنا دوآب، پاکستان میں گندم کی پیداوار کے لیے مختلف آبپاشی نظاموں کی معاشی قدر پیمائی' پاکستان اسٹریٹجی سپورٹ پروگرام۔ انٹرنیشنل فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ ورکنگ پیپر نمبر 028۔ یہاں دستیاب ہے http://pssp.ifpri.info/research/pssp-working-papers/

33 پانی کا دانشمندانہ استعمال ناپنے کے لیے مطلوبہ پانی بہ نسبت استعمال شدہ پانی کا تناسب لیا جاتا ہے۔

34 گذشتہ سال کپاس کی فصل کو ابتدا میں اس وجہ سے نقصان ہوا تھا کہ بوائی کے وقت پانی کی قلت تھی، بعد میں سندھ اور پنجاب میں کیڑوں کے حملوں اور بے وقت بارشوں سے کپاس کی کھڑی فصل کو نقصان پہنچا تھا۔

کاشتکاروں کو اس لیے نقصان ہوا کہ نرخوں کے معاملے پر ان کا مل مالکان سے تنازع تھا جس سے کپل کاری کا سیزن تاخیر سے شروع ہوا (دیکھیے بڑے پیمانے کی اشیا سازی پر سیکشن **2.3.1**)۔

گندم (اہم فصلوں میں 39.27 فیصد حصے کا حامل): گندم کی فصل 26 ملین ٹن ہدف کے علاوہ گذشتہ سال کی پیداواری سطح بھی حاصل نہیں کرسکی (جدول **2.8**)۔ کم درجہ حرارت طویل عرصہ جاری رہا اور ژالہ باری اور طوفانی ہواؤں نے بھی فصل کو جزواً نقصان پہنچایا۔ پنجاب میں یافت میں نمایاں کمی واقع ہوئی۔

غذائی تحفظ حکومت کی اوّلین ترجیحات میں شامل ہے چنانچہ حکومت نے گندم کی گرتی ہوئی عالمی قیمتوں سے کاشتکاروں کو تحفظ دلایا۔ حکومت نے گندم کی سرکاری قیمت 1,250 روپے فی من سے بڑھا کر 1,300 روپے فی من کردی اور گندم کی درآمد پر 20 فیصد ریگولیٹری ڈیوٹی عائد کردی۔ دریں اثنا حکام نے اضافی گندم میں سے 1.2 ملین ٹن برآمد کرنے کی اجازت دی تاکہ گندم کے ملکی ذخائر نئی خریداری سے پہلے کم ہوجائیں۔ گندم کی بلند ملکی قیمتوں کے پیشِ نظر حکومت نے پنجاب اور سندھ کو 90 ڈالر فی ٹن تک برآمدی چھوٹ پیش کی۔[35,36]

2.2.2 چھوٹی فصلیں

چھوٹی فصلوں کے بارے میں توقع تھی کہ وہ گذشتہ سال کے نقصانات کے بعد تیزی سے بحال ہوں گی تاہم ان کی بحالی معمولی یعنی 1.1 فیصد ہی رہی (جدول **2.9**)۔ چھوٹی فصلوں میں دالیں (چنا، ماش، اور مونگ)، سبزیاں (خصوصاً آلو اور پیاز)، اور پھل یافت میں بہتر رہے، جبکہ روغنی بیجوں (تل اور سرسوں، سورج مکھی اور کینولا) میں کمی آئی، کیونکہ گرتے ہوئے عالمی نرخوں کے نتیجے میں روغنی بیجوں کے ملکی نرخ بھی گر گئے۔[37] آلو کی پیداوار زیرِ کاشت رقبہ بڑھنے کے باعث بڑھ گئی۔

چنے کی پیداوار گذشتہ سال کم رہی تھی، اس سال سازگار موسمی حالات کی بنا پر بہتر رہی۔[38] چنے کی پیداوار والے پنجاب کے اہم اضلاع میں دسمبر اور جنوری میں معمولی بارش نے پیداوار بڑھانے میں اپنا حصہ ڈالا (یہ چار اضلاع چنے کی ملکی پیداوار کا مجموعی طور پر 70 فیصد سے زائد پیدا کرتے ہیں)۔

جدول 2.5: کپاس

	رقبہ ہزار ہیکٹر		پیداوار ہزار گانٹھیں		یافت کلوگرام فی ہیکٹر	
	م س14ء	م س15ء	م س14ء	م س15ء	م س14ء	م س15ء
پنجاب	2,199	2,323	9,145	10,277	707	753
سندھ	568	596	3,523	3,573	1,055	1,020
خیبر پختونخوا	0.3	1.0	0.8	3.0	454	510
بلوچستان	38.4	41.2	100.0	107	443	442
مجموعہ	**2,806**	**2,961**	**12,769**	**13,960**	**774**	**802**

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

جدول 2.6: چاول کی پیداوار (بلحاظ اقسام)

ہزار ٹن

	پنجاب		سندھ	
	م س14ء	م س15ء	م س14ء	م س15ء
باسمتی	2,057	2,337	74	74
اری	497	503	1,286	1,161
مخلوط	927	807	1,257	1,417
مجموعہ	**3,481**	**3,648**	**2,617**	**2,653**

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

جدول 2.7: گنا

	رقبہ (ہزار ہیکٹر)		پیداوار (ہزار ٹن)		یافت (کلوگرام فی ہیکٹر)	
	م س14ء	م س15ء	م س14ء	م س15ء	م س14ء	م س15ء
پنجاب	757	711	43,704	40,900	5,773	5,752
سندھ	298	317	18,363	16,614	6,162	5,241
خیبر پختونخوا	117	113	5,361	5,107	4,566	4,540
بلوچستان	0.7	0.7	32	31.6	4,571	4,514
مجموعہ	**1,173**	**1,141**	**67,460**	**62,652**	**5,751**	**5,491**

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

جدول 2.8: گندم

	رقبہ (ہزار ہیکٹر)		پیداوار (ہزار ٹن)		یافت (کلوگرام فی ہیکٹر)	
	م س14ء	م س15ء	م س14ء	م س15ء	م س14ء	م س15ء
پنجاب	6,901	6,910	19,739	19,541	2,860	2,828
سندھ	1,121	1,109	4,002	3,698	3,570	3,335
خیبر پختونخوا	777	775	1,363	1,367	1,755	1,764
بلوچستان	399	383	875	872	2,191	2,275
مجموعہ	**9,199**	**8,480**	**25,979**	**25,478**	**2,824**	**3,004**

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

35 پاکستانی چاول کی مجموعی برآمدات میں غیر باسمتی چاولوں کا حصہ 87 فیصد تک پہنچ چکا ہے، ان میں سے بیشتر چاول کینیا، بنگلہ دیش، عرب امارات، افغانستان، اور صومالیہ بھیجے جاتے ہیں (تفصیلات کے لیے دیکھیے باب 7 بیرونی شعبہ میں سیکشن 7.5 بیرونی تجارت)۔

36 اسی طرح پنجاب کو 8 لاکھ ٹن کی اجازت دی گئی جبکہ سندھ کو 4 لاکھ ٹن گندم کا برآمدی کوٹا دیا گیا تھا۔

37 مزید برآں، حکومت نے گندم کی ذیلی مصنوعات کی بلا روک ٹوک درآمد پر توجہ دے کر اس پر پابندی لگائی۔

38 تیل کے بیجوں (سورج مکھی اور کینولا) کی ملکی قیمتیں بھی عالمی رجحانات کے تحت 25 فیصد کے لگ بھگ گر گئیں۔

2.2.3 گلّہ بانی

گلّہ بانی زراعت کا سب سے بڑا ذیلی شعبہ ہے (زرعی اضافۂ قدر میں اس کا حصہ 56.3 فیصد ہے) م س 15ء کے دوران اس میں تیزی سے بحالی ہوئی (**جدول 2.10**)۔ گلّہ بانی میں ہونے والے اضافۂ قدر میں مویشیوں کی تعداد اور ان کی پیداوار (دودھ، گوشت، اور اون وغیرہ) میں ہونے والا اضافہ، مرغبانی اور اس کی پیداوار (گوشت اور انڈے)، اور مویشیوں کی افزائشِ نسل کے طریقے شامل ہیں۔ مجموعی طور پر م س 15ء میں پاکستان کی جی ڈی پی میں شعبہ گلّہ بانی نے 11.8 فیصد حصہ ڈالا۔

خوش قسمتی سے پاکستان میں مویشیوں کی بہت بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ بھینسوں کی تعداد کے لحاظ سے پاکستان دنیا کا دوسرا بڑا ملک، اور مویشیوں کی تعداد کے لحاظ سے دنیا کا آٹھواں بڑا ملک ہے۔[39] بہت بڑی تعداد میں مویشی رکھنے کے باوجود ان کی مصنوعات کی برآمد ناقابلِ ذکر ہے (**جدول 2.11**)۔ تاہم ملک میں بیشتر گلّہ بانی اس سطح پر ہے جس میں محض گذر اوقات کو ترجیح دی جاتی ہے اور اس کے لیے چھوٹے پیمانے پر بندوبست کیے جاتے ہیں جو دیہی آبادی کے لیے سماجی تحفظ، اضافی آمدنی اور روزگار کو یقینی بناتے ہیں۔ جائزے سے معلوم ہوا ہے کہ 80 فیصد سے زائد دیہی گھرانے دودھ کی پیداوار کے لیے 5 سے بھی کم بھینسیں اور مویشی پالتے ہیں اور اس طرح اپنی گھریلو طلب کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔[40] اس کے علاوہ کھیت کے اوسط حجم میں متواتر کمی گھرانوں کی جانب سے مویشی پالنے کی نہ صرف حوصلہ شکنی کررہی ہے بلکہ تجارتی پیمانے پر گلّہ بانی میں بھی حائل ہو رہی ہے۔[41]

گذر اوقات کی خاطر گلّہ بانی اور چھوٹی اراضی کی ملکیت سے اگرچہ مویشیوں کی تعداد میں قابلِ لحاظ نمو محدود ہو جاتی ہے تاہم مویشیوں کی افزائشِ نسل لاگت بھی بڑھا دیتی ہے۔ تخمینوں کے مطابق ایک ملین اضافی مویشیوں کو پالنے کے لیے 2.4 ملین ٹن اضافی چارا، 0.5 ملین ایکڑ اضافی زمین، اور 1.3 ارب گیلن اضافی پانی کی ضرورت ہوگی۔[42]

اس صورتِ حال میں توجہ اس پر ہونی چاہیے کہ مویشیوں کی پرورش چھوٹے پیمانے سے بدل کر تجارتی پیمانے پر لائی جائے۔ اس کے علاوہ موجودہ مویشیوں کی پیداواری صلاحیت بڑھانے کے لیے مناسب ترغیبات کی بھی ضرورت

جدول 2.9 : چھوٹی فصلیں

	2013-14ء	2014-15ء	فیصد تبدیلی
رقبہ ہزار ہیکٹر			
چنا	950	960	1.1
پیاز	134	135	0.9
سورج مکھی	153	147	-4.1
تلی اور سرسوں	220	198	-9.8
آلو	160	170	6.3
پیداوار ہزار ٹن			
چنا	399	484	21.3
پیاز	1,740	1,763	1.3
سورج مکھی	193	186	-3.6
تلی اور سرسوں	203	183	-9.8
آلو	2,901	3,084	6.3
یافت (کلوگرام فی ہیکٹر)			
چنا	420	504	20.0
پیاز	12,985	13,059	0.6
سورج مکھی	1,261	1,265	0.3
تلی اور سرسوں	923	924	0.2
آلو	18,131	18,141	0.1

ماخذ: سالانہ منصوبہ 2014-15ء اور ایف سی اے ورکنگ پیپر

جدول 2.10 : گلّہ بانی میں اضافۂ قدر

ارب روپے

			نمو	
	م س14ء	م س15ء	م س14ء	م س15ء
الف۔ خام پیداوار	1,461	1,510	3.3	3.3
جانور فروخت برائے ذبیحہ	340	350	2.9	2.9
پیدائش سے ہونے والا قدرتی اضافہ	212	218	3.0	3.0
مویشیوں کی مصنوعات	778	801	2.9	2.9
دودھ	660	683	3.2	3.4
دیگر	118	120	1.1	1.3
مرغبانی کی مصنوعات	131	141	7.4	7.5
ب۔ وساطتی استعمال	258	260	6.0	0.8
ج۔ خام اضافہ قدر (الف نفی ب)	1,203	1,250	2.7	3.9
د۔ دیگر	5	8	7.3	59.8
مجموعی خام اضافہ قدر (ج جمع د)	**1,209**	**1,258**	**2.8**	**4.1**

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

39 واضح رہے کہ چنے کی جو پیداوار م س 13ء میں 751,300 ٹن تھی وہ پنجاب میں طویل خشک موسم کے باعث م س 14ء میں گر کر 399,000 ٹن رہ گئی۔

40 ماخذ : FAOSTAT (faostat.fao.org)

41 ماخذ : ڈیری شعبے کی برآمدی مسابقت میں اضافہ کرنا (2013ء)۔ یہ مطالعہ یورپی یونین کی مالی مدد سے ٹریڈ ریلیٹڈ ٹیکنکل اسسٹنس II پروگرام نے کیا۔

42 1960ء میں 5 ایکڑ سے چھوٹے نجی فارموں کا مجموعی تناسب صرف 19 فیصد تھا جو بڑھ کر 2010ء میں 64 فیصد تک پہنچ گیا ہے۔

ہے۔ ادارۂ خوراک و زراعت کے مطابق پاکستان میں حیوانی پیداواریت دوسرے ملکوں کے مقابلے میں خاصی کم ہے، حتیٰ کہ طویل مدّت کے دوران بھی پاکستان میں پیداواری فوائد پست ہیں جو اس بات کی نشان دہی ہے کہ بہتری کی گنجائش موجود ہے (**جدول 2.12**)۔ پیداواریت بڑھانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ شہرکاری، بڑھتی ہوئی آمدنی اور بدلتے ہوئے رجحانات کی بنا پر گلّہ بانی کی اضافۂ قدر کی مصنوعات کی بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کیا جاسکے۔

پیداواریت کی پست سطح کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں، ناقص غذا، چراگاہوں کی خراب حالت، حیوانات کی صحت کے مسائل، اور پیداواری ضیاع۔ پاکستان میں دودھ کے حصول کی غرض سے جو مویشی پالے جاتے ہیں ان کی غذائی ضرورتیں فصلوں کے چارے، جھاڑیوں، گھاس پھونس اور زرعی و صنعتی کچرے سے پوری کی جاتی ہیں۔ آئی ایف سی این کا مطالعہ بتاتا ہے کہ پاکستان میں 50 فیصد سے زائد حیواناتی خوراک موٹے جھوٹے چارے پر اور 7 فیصد مرتکز اشیا پر مشتمل ہوتی ہے۔[43] پاکستان میں دودھیل مویشیوں کی آبادی میں مسلسل اضافے کی بنا پر چارے کی قلت ہوچکی ہے جو ان مویشیوں کی پیداواری صلاحیت پر منفی اثرات ڈال رہی ہے۔ اسی طرح چراگاہوں میں ضروری غذائی اجزا کی قلت ہے اور انہیں حد سے زیادہ چرایا جارہا ہے، دوسرے، جنگلات اور چراگاہوں کی تیزی سے کٹائی اور صفائی جاری ہے۔[44]

جدول 2.11 : گلّہ بانی اور برآمدات

دنیا میں پاکستان کا درجہ		منتخب برآمدات (ملین ڈالر)		
		اشیا	م س14ء	م س15ء
بھینسیں	دوسرا	گائے اور بیل کا گوشت	19.5	30.0
مویشی	آٹھواں	بھیڑ اور بکری کا گوشت	26.9	23.9
بکریاں	تیسرا	دودھ اور بالائی	41.8	40.9
بھیڑ	نواں	گائے بیل کی لاشیں	85.2	95.3
دودھ	چوتھا	زندہ جانور	6.6	3.1

ماخذ: درجہ بندی ایف اے او سے، برآمدات پاکستان دفتر شماریات سے

جدول 2.12 : دودھ کی اوسط یافت (مویشی اور بھینسیں)

(کلوگرام فی جانور یومیہ)

	1990ء	2013ء	پیداواریت میں اضافہ
چین	5.4	9.8	4.3
مصر	5.1	9.9	4.8
جرمنی	13.5	19.9	6.4
بھارت	5.1	8.0	2.9
مراکش	1.4	4.4	3.0
پاکستان	**6.9**	**8.9**	**1.9**
سری لنکا	2.8	4.1	1.3
سوئٹزرلینڈ	13.5	18.9	5.4
تھائی لینڈ	8.0	10.0	2.0
ترکی	6.2	10.9	4.7
ویت نام	4.9	11.0	6.1

ماخذ : FAOSTAT (faostat.fao.org)

2.3 صنعت

صنعت بحیثیت مجموعی م س15ء کا ہدف پورا کرپائی نہ م س14ء جتنی نمو حاصل کرپائی۔ م س15ء میں جن شعبوں میں تیزی سے کمی آئی ان میں اشیا سازی اور بجلی کی پیداوار اور تقسیم اور گیس کی تقسیم شامل ہے (جن کا صنعت میں مجموعی طور پر 75 فیصد سے زائد حصہ ہے) (**جدول 2.13**)۔ دراصل یہ مایوس کن کارکردگی صنعت کو درپیش جڑوں میں موجود ساختی مسائل کی بنا پر ہے اور اسی بنا پر مجموعی جی ڈی پی میں صنعت کا حصہ گذشتہ برسوں کے دوران پست ہوگیا ہے۔ اس کے مقابلے میں علاقے کے دوسرے ملکوں (مثلاً بھارت، بنگلہ دیش، اور سری لنکا) میں صنعتی شعبہ خاصی تیز رفتاری سے ترقی کرتا رہا ہے (**جدول 2.14**)۔

پاکستان میں صنعتی نمو م س09ء سے سست روی کا شکار ہے۔ اس سست روی کے بعض اسباب توانائی کی مسلسل قلت، سلامتی کی دشوار صورتِ حال، اور پست شرح سرمایہ کاری ہیں۔ تاہم ایک زیادہ اہم مسئلہ یہ ہے کہ کوئی مربوط

جدول 2.13 : صنعت میں نمو

حصہ اور نمو فیصد میں، حصہ داری فیصدی درجے میں

		نمو			صنعت کی نمو میں حصہ داری	
	م س15ء کی جی ڈی پی میں حصہ	م س14ء	م س15ءہ	م س15ء	م س14ء	م س15ء
کان کنی اور کوہ کنی	2.9	1.6	6.5	3.8	0.2	0.6
اشیا سازی	13.3	4.5	6.9	3.2	2.9	2.1
بڑے پیمانے کی	10.6	4.0	7.0	2.4[1]	2.1	1.3
چھوٹے پیمانے کی	1.7	8.3	8.4	8.2	0.7	0.7
ذبیحہ	0.9	3.4	--	3.3	0.2	0.2
بجلی سازی اور تقسیم، گیس کی تقسیم	1.7	5.6	5.5	1.9	0.5	0.2
تعمیرات	2.4	7.2	7.5	7.0	0.8	0.8
صنعت	**20.3**	**4.5**	**6.8**	**3.6**		

1۔ یہ قومی آمدنی حسابات مرتّب کیے جانے کے وقت پر دستیاب جزوی معلومات پر مبنی ہے۔ م س15ء میں بڑے پیمانے کی اشیا سازی میں حقیقی نمو 3.3 فیصد تھی جبکہ گذشتہ برس یہ 4 فیصد رہی تھی۔

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

43 ماخذ: فرید فیصل (2012ء)، 'مویشیوں کے چارے کا بزنس: مواقع اور مسائل'۔ یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینمل سائنسز 2012ء۔

44 ماخذ : 'ڈیری شعبے میں جانوروں کے فیڈنگ سسٹمز کی عالمی نقشہ بندی'۔ یہ مطالعہ اقوام متحدہ کے ادارہ خوراک وزراعت، انٹرنیشنل ڈیری فیڈریشن، اور آئی ایف سی این ڈیری ریسرچ نیٹ ورک نے شائع کیا۔

صنعتی پالیسی موجود نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ صنعتی شعبہ تنوع سے محروم ہے اور اس کا بیشتر انحصار پست ٹیکنالوجی والی، وسائل پر مبنی اشیا سازی کی سرگرمیوں پر ہے۔ چنانچہ اس پر حیرت نہیں ہے کہ پاکستان میں صنعتی شعبہ ملکی اور برآمدی منڈیوں میں، دونوں جگہ مسابقتی فائدہ حاصل نہیں کر پایا۔ بیشتر ترقی یافتہ ممالک صنعتی نمو کو بنیاد بنا کر اپنی فی کس آمدنی میں اضافہ کرنے کے قابل ہوگئے تاہم پاکستان نے تیز رفتار صنعتی ترقی سے منسلک پیداواریت اور آمدنی میں اضافے سے فائدہ نہیں اٹھایا (دیکھیے باکس 2.3)۔

جدول 2.14: صنعتی شعبے کی کارکردگی کا علاقائی موازنہ

فیصد

	بنگلہ دیش		بھارت		سری لنکا		پاکستان	
	جی ڈی پی کی نمو میں حصہ		جی ڈی پی کی نمو میں حصہ		جی ڈی پی کی نمو میں حصہ		جی ڈی پی کی نمو میں حصہ	
1980ء کی دہائی	4.7	20.7	6.0	25.5	4.2	27.0	8.2	23.3
1990ء کی دہائی	7.1	23.1	5.7	26.1	6.8	26.4	4.7	24.4
2000ء کی دہائی	7.4	24.7	7.8	27.3	5.0	28.9	5.6	23.4
2010ء کے بعد	8.7	27.0	5.7	30.6	10.1	31.4	3.5	21.2

ماخذ: ہیورا ینالٹکس

2.3.1 بڑے پیمانے کی اشیا سازی

بڑے پیمانے کی اشیا سازی کو کئی طرف سے تعاون ملا: خام تیل اور خام مال کے عالمی نرخ[45] متواتر گرے، تعمیرات میں عمدہ نمو ملی، اور گاڑیوں کے لیے طلب میں مستحکم بحالی آئی، تاہم یہ شعبہ ان فوائد کا فائدہ نہیں اٹھا سکا اور مس15ء میں صرف 3.3 فیصد نمو حاصل کر پایا، جو کہ مس14ء کی 4.1 فیصد نمو (جدول 2.15)، اور مس15ء کے ہدف 7 فیصد دونوں سے پست ہے۔[46]

کئی عوامل بڑے پیمانے کی اشیا سازی میں اس سست روی میں کارفرما ہیں: (1) اہم برآمدی اجناس (مثلاً سوتی دھاگہ، کپڑے اور دیگر ٹیکسٹائل اشیا) کی بیرون ملک طلب پست رہی، (2) بعض صنعتوں میں گذشتہ سال طاقتور نمو کی بنا پر اساس بلند رہی (مثلاً کھاد، خوردنی تیل اور گھی، اور پیٹرولیم مصنوعات) جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سال کچھ سست نمو متوقع تھی،[47] اور (3) توانائی کی قلت کئی صنعتوں (مثلاً ٹیکسٹائل، شیشہ، کاغذ، چمڑا) میں پیداوار میں بدستور حائل رہی۔ اس کے علاوہ شکر کی پیداوار میں کمی نے بھی بڑے پیمانے کی اشیا سازی کو متاثر کیا۔[48]

ٹیکسٹائل شعبہ کمزور عالمی طلب اور گیس کی قلت سے متاثر ہوا

ملکی منڈی میں کپاس کے پست نرخوں (بہتر فصل کی عکاس) کے باوجود مس15ء میں سوتی دھاگے اور کپڑے کی پیداوار کم ہوئی۔ ملکی صنعت بدستور متعدد رکاوٹوں کا سامنا کرتی رہی، مثلاً (1) سیلز ٹیکس ریفنڈ کے تصفیے میں تاخیر[49] اور (2) گیس کی متواتر قلت خصوصاً پنجاب کے علاقے میں۔ مزید دھچکا اس وقت پہنچا جب پست بیرونی طلب کی بنا پر پیداوار میں نمو رک گئی۔[50]

باکس 2.3: اقتصادی پیشرفت – پاکستان کا علاقے کے ملکوں سے موازنہ

ترقی یافتہ ملکوں کی نمو کے معاملے میں کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے کزنیٹز (1971ء) نے بتایا کہ صنعت کاری اقتصادی ترقی میں انتہائی اہم مرحلہ، اور آمدنی کی بلند سطح حاصل کرنے کے لیے لازمی عنصر ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ساختی ترقی کے دو مراحل ہوتے ہیں۔ پہلے مرحلے میں، وسائل پست پیداواریت کے حامل شعبے (یعنی زراعت) سے ہٹا کر بلند پیداواری صنعت کو فراہم کیے جاتے ہیں جس سے نمو تیز ہوتی ہے۔ دوسرے مرحلے میں، وسائل زراعت اور صنعت دونوں شعبوں سے ہٹ کر خدمات کے شعبے کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں جہاں پیداواری نمو عموماً صنعت کے مقابلے میں سست ہوتی ہے، چنانچہ دوسرے مرحلے میں نمو سست پڑ جاتی ہے۔

اس تناظر کے ساتھ اس تحریر میں پاکستان کی اقتصادی پیشرفت کا جنوبی ایشیا کے دوسرے اہم ملکوں سے موازنہ کیا گیا ہے۔ اس موازنے سے بعض اہم مشاہدات اجاگر ہوتے ہیں:

- پاکستان کی اوسط جی ڈی پی نمو 1980ء سے 2014ء کے درمیان 4.7 فیصد رہی جو علاقے کے اہم ملکوں مثلاً بھارت، سری لنکا اور بنگلہ دیش میں پست ترین نمو ہے۔[51] زیادہ اہم بات یہ ہے کہ پاکستان کے بالکل

45 ماخذ: رازق اے، ایم یونس اور زیڈ رحمٰن (2010ء) 'بلوچستان میں مویشیوں کی پیداوار کے امکانات' پاک ویٹ جرنل، (3) 30 صفحات 181 تا 186۔

46 پیٹرولیم مصنوعات کے نرخوں میں تیزی سے کمی سے خود پیدا کردہ بجلی کی لاگت، اور ذرائع نقل وحمل اور تقسیم کے اخراجات کم ہوگئے۔

47 اگرچہ مس15ء کے سالانہ منصوبے میں کئی صنعتوں کی کارکردگی بہتر بنانا مقصود تھا تاہم صرف گاڑیوں، دواسازی، الیکٹرانکس اور سیمنٹ کی صنعتوں میں معقول نمو ہوسکی۔ دیگر صنعتوں (مثلاً ٹیکسٹائل، کیمیکلز، چمڑا مصنوعات، کاغذ اور گتہ، دیگر غیر دھاتی معدنیات) نے توقع سے کم کارکردگی دکھائی۔

48 خوردنی تیل اور گھی بنانے والے اداروں نے عالمی منڈی میں پام آئل کی کم نرخوں کا فائدہ اٹھانے کے لیے گذشتہ سال اپنے ذخائر مستحکم کرلیے تھے۔

49 صرف شکر سازی مجموعی اشاریے میں 18.2 فیصد کمی کا باعث بنی۔ شکر کو چھوڑ کر، بڑے پیمانے کی اشیا سازی میں 4.3 فیصد نمو ہوئی جو مس14ء کے 3.6 فیصد سے بلند ہے۔

50 سابقہ واجبات کے تصفیے کے لیے اس صنعت کو حکومت نے 31 اگست 2015ء سے قبل اپنے دعوے درج کرانے کی ہدایت کی ہے۔

51 پاکستانی معیشت میں ساختی تبدیلی پر مفصل بحث کے لیے دیکھیے ایم علی چوہدری اور فاروق پاشا (2013ء) 'The RBC View of Pakistan: A Declaration of Stylized Facts and Essential Models' ایس بی پی ورکنگ پیپر نمبر 56۔

برعکس دوسرے ملکوں میں اوسط جی ڈی پی نمو میں اضافے کا رجحان پایا گیا ہے (**شکل 2.3.1**)۔ اس کمزور کارکردگی کی کئی تشریحات ہیں لیکن اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن اسٹیٹ رہا ہے (**باکس 1.1**)۔

- ان ملکوں کی اقتصادی پیشرفت میں چند خصوصیات مشترک ہیں۔ مجموعی پیداوار کے معاملے میں جی ڈی پی میں زراعت کا حصہ اس مدت کے دوران گر گیا ہے، اور خدمات کا شعبہ اہم ترین حصہ دار بن گیا ہے (**جدول 2.3.1**)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممالک اپنی مجموعی پیداوار کے لحاظ سے شعبہ خدمات کے ممالک بن گئے ہیں۔ تاہم جب ہم ملازمتوں کی فراہمی کا جائزہ لیں تو بیشتر مزدور اب بھی پست پیداوار والے زرعی شعبے سے وابستہ ہیں۔

- پاکستان کا معاملہ زیادہ دلچسپ ہو گیا ہے، اس کی جی ڈی پی میں زراعت کا حصہ دیگر جنوب ایشیائی ملکوں کے مقابلے میں نمایاں طور پر بلند بھی رہا ہے۔

- مزید برآں، دوسرے ملکوں میں صنعت کا حصہ بڑھ رہا ہے تاہم پاکستان میں یہ مسلسل گر رہا ہے۔ یہ تشویشناک امر ہے کیونکہ صنعت میں محنت کی پیداواریت عام طور پر بلند ترین ہوتی ہے۔

شکل 2.3.1: جی ڈی پی نمو　　فی کس جی ڈی پی (ڈالر میں)

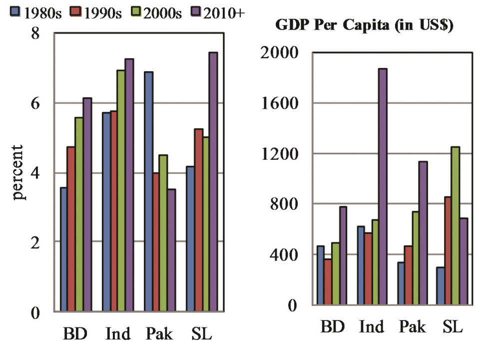

Source: World Development Indicators

خلاصہ یہ کہ اب بھی پاکستان میں 40 فیصد سے زائد افرادی قوت پست پیداوار والے (اور ممکنہ موسمی تبدیلیوں کی زد میں بھی آنے والے) زرعی شعبے سے وابستہ ہے، جو جی ڈی پی میں صرف ایک چوتھائی حصہ بڑھاتی ہے۔ دوسری طرف، صنعت (جہاں محنت کی پیداواریت بلند ترین ہوتی ہے) صرف 23 فیصد افرادی قوت کو جذب کر پاتی ہے، اور صنعت کی کارکردگی حالیہ برسوں میں ناقص رہی ہے چنانچہ جی ڈی پی میں اس کا حصہ بھی گر گیا ہے۔ لہٰذا پیداواری نمو بڑھانے، بڑھتی ہوئی افرادی قوت کو ملازمت فراہم کرنے، اور فی کس آمدنی بڑھانے کی ذمہ داری خدمات کے شعبے پر آ پڑتی ہے۔ تاہم 2010ء سے اب تک خدمات کے شعبے میں اوسط نمو 4.1 فیصد رہی ہے جو ہمسر ملکوں میں پست ترین ہے۔

جدول 2.3.1: زرعی شعبے کی تبدیلی

	جی ڈی پی میں فیصد حصہ		ملازمتوں میں فیصد حصہ	
	1980ء کی دہائی	2012ء	1980ء کی دہائی	2012ء
زراعت				
بنگلہ دیش	33.7	17.1	68.2	48.1
بھارت	31.7	18.0	67.0	47.2
سری لنکا	27.2	11.0	50.1	39.4
پاکستان	28.4	24.5	52.1	43.7
صنعت				
بنگلہ دیش	20.7	26.7	16.2	14.5
بھارت	25.5	32.0	15.5	24.7
سری لنکا	27.0	31.5	19.7	19.1
پاکستان	23.4	22.1	20.0	23.1
خدمات				
بنگلہ دیش	45.6	56.2	15.6	37.4
بھارت	42.8	50.0	17.5	28.1
سری لنکا	45.8	57.5	30.2	41.5
پاکستان	48.2	53.4	27.9	33.2
ماخذ: عالمی ترقیاتی اشاریے، عالمی بینک				

جی ایس پی پلس ملنے کے بعد ابتدائی چند مہینوں کے دوران ٹیکسٹائل صنعت نے یورپی منڈی میں اپنا برآمدی حصہ کامیابی کے ساتھ بڑھا لیا، تاہم ایسا کرنے سے دوسری منڈیاں متاثر ہوئیں (مثلاً چین اور امریکہ)۔ درحقیقت پاکستانی دھاگہ چین میں اپنی برآمدی منڈی کھو رہا ہے، بھارت اور ویت نام اس کی جگہ لے رہے ہیں (باب 7)۔[52]

[52] اس کے مقابلے میں اسی مدت کے دوران جی ڈی پی کی اوسط شرح نمو بنگلہ دیش کی 5 فیصد، سری لنکا کی 5.5 فیصد، اور بھارت کی 6.4 فیصد رہی تھی۔

جدول 2.15: بڑے پیمانے کی اشیاسازی کا اشاریہ (سال بسال نمو)

فیصد

	وزن	مجموعی نمو			فیصدی حصہ		
		م س13ء	م س14ء	م س15ء	م س13ء	م س14ء	م س15ء
بڑے پیمانے کی اشیاسازی	70.3	4.0	4.1	3.3			
ٹیکسٹائل	21	1.6	1.3	0.5	12.0	9.6	4.6
سوتی دھاگہ	13	2.1	1.6	0.5	10.1	7.3	2.8
سوتی کپڑا	7.2	0.6	0.7	0.1	1.4	1.7	0.2
خوراک	12.4	9.8	7.7	-1.1	49.0	40.1	-7.3
شکر	3.5	9.5	10.0	-7.7	16.5	18.2	-18.2
نباتی گھی	1.1	3.3	4.1	-0.7	1.1	1.4	-0.3
خوردنی تیل	2.2	12.5	3.3	-2.0	11.1	3.1	-2.3
پیٹرولیم مصنوعات	5.4	16.5	8.3	5.9	21.9	12.3	11.2
فولاد	5.4	8.7	5.6	35.4	6.1	4.1	32.1
پگ آئرن	1.6	-19.1	-55.6	196.8	-3.1	-6.9	12.8
بلٹ	1.5	1.4	29.9	28.3	0.3	6.6	9.5
ایچ آر شیٹس/پٹیاں	2.3	28.1	11.4	19.4	8.9	4.4	9.8
غیردھاتی معدنیات	5.4	5.0	1.2	2.1	13.5	3.1	6.8
شیشے کی پلیٹیں اور چادریں	0.1	2.3	0.4	-14.1	0.1	0.0	-0.5
سیمنٹ	5.3	5.1	1.2	2.3	13.4	3.1	7.3
گاڑیاں	4.6	-12.8	-2.6	23.6	-19.9	-3.3	34.8
ٹریکٹرز	0.5	5.6	-32.1	41.6	0.8	-4.6	4.8
جیپ اور کاریں	2.8	-21.3	-3.5	30.8	-17.8	-2.2	21.9
کھاد	4.4	-4.0	16.5	4.6	-5.4	20.2	7.7
ادویات	3.6	6.3	-0.1	7.5	12.4	-0.3	17.8
کاغذ	2.3	16.0	11.4	-9.9	13.6	10.7	-12.1
برقی مصنوعات	2	-3.2	8.6	6.0	-1.4	3.4	3.0
کیمیکلز	1.7	-0.5	6.7	8.5	-0.3	3.6	5.8
چمڑے کی مصنوعات	0.9	1.5	10.8	7.0	0.7	4.6	3.9
بڑے پیمانے کی اشیاسازی ماسوائے شکر	66.8	3.6	3.6	4.3			

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

خودملکی منڈی میں سستا بھارتی دھاگہ اپنی جگہ بنا رہا ہے۔ دراصل پاکستان بھارتی دھاگے کی درآمد روک نہیں سکا حالانکہ اپریل 2014ء میں اس پر 5 فیصد ڈیوٹی دوبارہ نافذ ہوئی ہے۔[53] چنانچہ صنعتی حلقے مطالبہ کررہے ہیں کہ بھارتی دھاگے کی درآمد پر ڈیوٹی بڑھائی جائے۔[54]

اضافی اسٹاک کی موجودگی اور قیمت کے مسائل غذائی شعبے کی کارکردگی میں حائل ہیں

غذائی شعبہ جو م س11ء سے 8.8 فیصد کی اوسط سالانہ شرح نمو سے عمدہ کارکردگی دکھا رہا تھا، م س15ء میں یہ رجحان جاری نہ رکھ سکا۔ مجموعی نمو 1.1 فیصد گر گئی جس کا بنیادی سبب شکر، خوردنی تیل اور گھی کی پیداوار میں کمی تھی۔

53 مارکیٹ ذرائع کے مطابق برآمدات میں کپاس اور اس سے ملحقہ شعبوں کی ملکی پیداوار کا لگ بھگ 75 فیصد آتا ہے۔

54 چین اور ویت نام کے مابین دھاگے کی ڈیوٹی فری برآمد کا معاہدہ ہے۔

شکل 2.2 : خام مال اور حتمی پیداوار کے نرخ کے مابین قیمتوں کا موازنہ (سال بسال نمو)

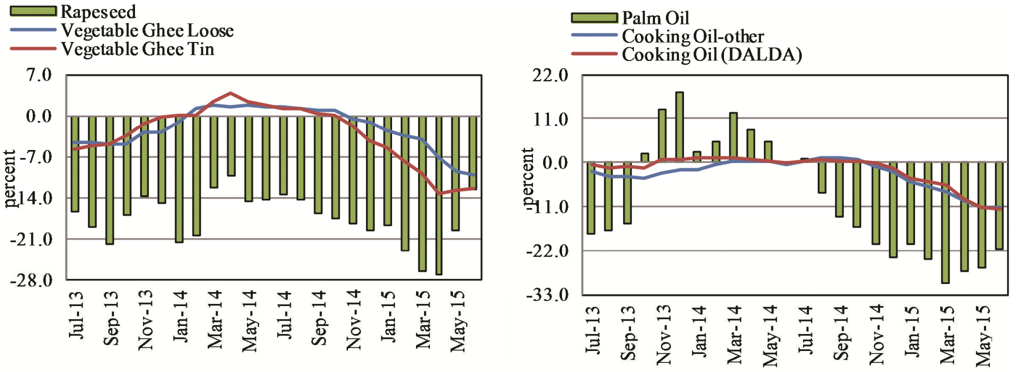

م س 15ء میں شکر کی پیداوار دراصل گنے کی فصل میں آنے والی 7.1 فیصد کمی کے باعث گر گئی۔ اس کے علاوہ شوگر ملوں کو سیالیت کی شدید کمی کا سامنا تھا کیونکہ کم نرخوں کے سبب وہ ملکی منڈی میں اپنا پچھلا ذخیرہ استعمال نہیں کر سکی تھیں، شکر کی برآمد بھی مفید نہ تھی کیونکہ بین الاقوامی منڈی میں شکر کے نرخ کم تھے۔

جب خیبر پختونخوا اور پنجاب کی حکومتوں نے گنّے کی سرکاری قیمت 170 روپے سے بڑھا کر بالترتیب 180 روپے فی 40 کلوگرام کر دی تو شوگر ملوں کی پریشانی دوچند ہوگئی۔ دوسری طرف سندھ حکومت نے 180 روپے کی سرکاری قیمت کا اعلان کیا (اس میں 12 روپے فی 40 کلوگرام کی زرِاعانت شامل تھی)۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سندھ کی شوگر ملوں کو کاشتکاروں کو گنے کی قیمت 160 روپے ادا کرنی پڑی۔ چونکہ نقد کے لیے پریشان ملیں اپنے بنیادی خام مال کی بلند قیمت ادا کرنے میں متذبذب تھیں،[55] اس لیے اس تنازع سے کچل کاری میں تاخیر ہوئی، حتیٰ کہ بعض کاشتکار گڑ بنانے پر مجبور ہوگئے۔[56]

تقریباً اسی طرح کے حالات خوردنی تیل/گھی کی صنعت میں پیدا ہوگئے جہاں کارخانوں میں گذشتہ سال کا اسٹاک موجود تھا کیونکہ وہ عالمی منڈی میں خام مال (یعنی پام آئل/تلی کے بیج) کی پست قیمتوں کا فائدہ اٹھانا چاہ رہے تھے۔ بھاری ذخائر کے علاوہ خوردنی تیل/گھی کی پست ملکی قیمتوں (خصوصاً سال کی دوسری ششماہی میں) کے سبب صنعت نے اپنی پیداوار کم کرنے کا فیصلہ کیا (**شکل 2.2**)۔[57]

گیس کا تقریباً جوں کا توں اختصاص م س 15ء میں کھاد کی نمو میں حائل رہا

کھاد کے شعبے کے لیے م س 14ء میں حالات بہت بہتر رہے تھے، تمام بڑے کھاد ساز کارخانوں کو گیس کی دستیابی بہتر رہنے سے 16.5 فیصد نمو (جبکہ م س 13ء میں 4 فیصد کمی آئی تھی) حاصل ہوئی تھی۔ م س 15ء میں بھی گیس لگ بھگ گذشتہ سال جتنی سطح پر دستیاب رہی جس سے کھاد کی صنعت کو 4.6 فیصد نمو ملی۔

تعمیراتی سرگرمیوں کی بحالی - سیمنٹ، فولاد اور دیگر منسلک شعبوں کے لیے نئی امید

تعمیرات سے منسلک صنعتوں (سیمنٹ، فولاد، رنگ و روغن اور پالش) میں سے بیشتر نے م س 15ء میں عمدہ کارکردگی دکھائی جو تعمیرات کے شعبے میں طاقتور نمو کی عکاس ہے۔ سرکاری اور نجی دونوں شعبوں کے ملکی تعمیراتی منصوبوں کی بنا پر سیمنٹ کی طاقتور طلب پیدا ہوئی، جو جاری اور آئندہ منصوبوں (مثلاً کراچی لاہور موٹروے، ملتان میں میٹرو بس منصوبہ، چین پاکستان اقتصادی گذرگاہ کے تحت سڑکوں کا جال) کی نوعیت کے پیش نظر مستقبل قریب میں بھی برقرار رہنے کی توقع ہے۔

---

55 اسٹیٹ بینک کے ڈیٹا کے مطابق م س 15ء میں بھارتی سوتی دھاگے کی درآمد بلحاظ مالیت 92.6 ملین ڈالر ہوگئی جبکہ م س 10ء میں یہ صرف 9.1 ملین ڈالر تھی۔

56 بھارتی حکومت نے اپنے ٹیکسٹائل شعبے کو جو ترغیبات دی ہیں وہ ٹیکنالوجی میں پیشرفت کے فنڈ کی اسکیم (TUFS) کی صورت میں ہیں، جن میں رعایتی قرضے، اسکیم میں تجویز کردہ مختلف مشینریوں کی درآمد اور تنصیب پر لگنے والے سرمائے پر زرِاعانت، اور نئی ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری کرنے والوں کو شرح مبادلہ میں اتار چڑھاؤ سے ایک حد تک تحفظ دینے کی ترغیب شامل ہے۔ اس صنعت کو 1999ء سے اب تک 41.95 ارب ڈالر کے لگ بھگ سرمایہ کاری مل چکی ہے۔

57 اگرچہ دسمبر 2014ء کے بعد پام آئل کی درآمد کم ہونا شروع ہوگئی تھی تاہم م س 15ء کے پورے عرصہ کے دوران 2.39 ملین ٹن مجموعی حجم گذشتہ سال کے 2.26 ملین ٹن سے بڑھ گیا۔

شکل 2.3 : گاڑیوں کے شعبے کے مختلف زمروں میں پیداواری رجحان (سال بسال نمو)

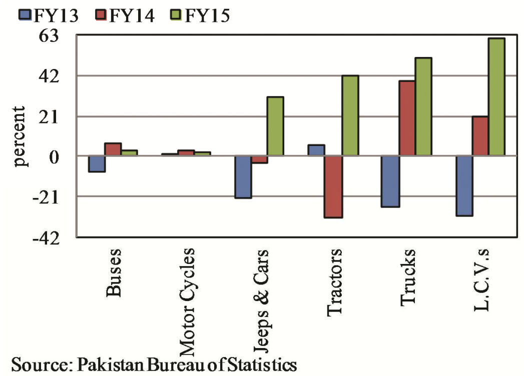

Source: Pakistan Bureau of Statistics

تاہم سیمنٹ کی برآمدی طلب پست رہی جس کی وجوہات یہ تھیں: (1) افغانستان کو ایران سے سستی سیمنٹ ملی، نیز افغانستان میں انفراسٹرکچر پر اخراجات میں بھی کمی آ گئی چنانچہ وہاں سیمنٹ کی طلب گرگئی، اور (2) جنوبی افریقہ نے سیمنٹ کی مختلف کمپنیوں پر اینٹی ڈمپنگ ڈیوٹی نافذ کر دی (جو 14.29 فیصد سے 77.15 فیصد تک تھی)۔[58] دوسری طرف بھارتی منڈی کو سیمنٹ کی برآمد 2.8 فیصد بڑھ گئی جس نے بیشتر بھارت کے شمالی علاقوں میں طلب کو پورا کیا۔[59]

پاکستان کے سیمنٹ ساز ادارے جنوبی افریقہ کی طرف سے اینٹی ڈمپنگ ڈیوٹی کے نفاذ کے سبب پہلے ہی دباؤ میں ہیں، اب انہیں ایران کے سیمنٹ سازاداروں سے ایک اور دشواری کا اُس وقت سامنا کرنا پڑسکتا ہے جب ایران پر سے اقتصادی پابندیاں اٹھالی جائیں گی۔ ایران سیمنٹ کی پیداوار میں دنیا میں چوتھی سب سے بڑی استعداد کا حامل ہے، وہ گیس کی وافر رسد کی بنا پر کم لاگت پیداوار لا کر عالمی منڈی میں پاکستان سے آگے نکل سکتا ہے۔

تعمیرات کی سرگرمیوں میں طاقتور نمو کی عمدہ عکاسی فولاد کے شعبے میں ہوئی جہاں پیداوار 35.4 فیصد بڑھ گئی، جو کہ گذشتہ پانچ سال کی بلند ترین نمو ہے۔ فولاد کی مختلف مصنوعات کی طلب کے حوالے سے رہائشی اور انفراسٹرکچر منصوبوں کے علاوہ جس شعبے نے اپنا مستحکم حصہ ڈالا وہ گاڑیوں کا شعبہ ہے۔ فولاد کے شعبے کو اہم خام مال کے پست نرخوں، اور پاکستان اسٹیل ملز میں پیداواری عمل کی بحالی سے بھی فائدہ ہوا۔ پاکستان میں فولاد کا فی کس استعمال بہت کم ہے چنانچہ یہ شعبہ زبردست نمو کی صلاحیت رکھتا ہے، تاہم مستحکم نمو کو برقرار رکھنا اس صنعت کے لیے بڑا چیلنج ہوگا۔

تعمیرات سے منسلک دوسری صنعتوں، لکڑی اور شیشہ سازی میں کمی آئی۔ گیس کی متواتر قلت نے شیشہ سازی میں رکاوٹ ڈالی، اور لکڑی کی پیداوار اس لیے کم ہوئی کہ ایک پیداواری کارخانہ (جو پاکستان دفتر شماریات کے ڈیٹا سیٹ میں شامل ہے) ایک نئے قائم شدہ کارخانے کی طرف سے زبردست مسابقت کا سامنا کرنے کے بعد بند ہوگیا۔ تاہم ملک کے سب سے بڑے لکڑی کے کارخانے (جو پاکستان دفتر شماریات کے ڈیٹا سیٹ میں شامل نہیں ہے) نے مس15ء میں بھی عمدہ کارکردگی برقرار رکھی۔

مستحکم طلب نے گاڑیوں کے شعبے میں نمو کو سہارا دیا

مسلسل دو سال زوال پذیر رہنے کے بعد مس15ء میں گاڑیوں کے شعبے میں مستحکم اور وسیع البنیاد نمو آئی (**شکل 2.3**)۔

م س15ء کے میزانیے میں کیے گئے اقدامات سے اس شعبے کو مطلوبہ سہارا ملا، حکومت نے ٹریکٹر پر سیلز ٹیکس 17 فیصد سے کم کر کے 10 فیصد کر دیا، اور 1800 سے اوپر سی سی کاروں پر 10 فیصد ایکسائز ڈیوٹی ہٹالی۔ نیز حکومت پنجاب نے 'اپنا روزگار' اسکیم متعارف کرائی جس سے سوزوکی بولان اور سوزوکی راوی کی طلب میں اضافہ ہوا۔[60] جہاں تک مسافر کاروں کے زمرے کا تعلق ہے تو ٹویوٹا کرولا کے نئے ماڈل کی آمد سے اس زمرے میں طلب بڑھی، دوسرے ماڈلز کی طلب میں کوئی نمایاں اضافہ نہیں دیکھا گیا (**شکل 2.4**)۔

روڈ ٹرانسپورٹ کے زمرے میں تین پہیوں والی سواریوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ شہروں میں ٹرانسپورٹ کی صورتِ حال اور بڑی آبادی کے دباؤ کے پیشِ نظر یہ نمو قابلِ فہم بھی ہے

58 جب جنوبی افریقہ کے انٹرنیشنل ٹریڈ ایڈمنسٹریشن کمیشن نے سستا مال بیچنے کے الزامات پر اگست 2014ء میں اپنی تحقیقات شروع کیں تو اس کا اثر پاکستان سے آنے والی درآمدات پر فوراً پڑنا شروع ہوگیا۔ تاہم یہ ڈیوٹیاں مئی 2015ء سے چھ ماہ کے لیے نافذ ہوئیں، یہ مدت ختم ہونے کے بعد فیصلے کا جائزہ لیا جائے گا۔

59 مارکیٹ کے ذرائع کے مطابق بھارت میں سیمنٹ کے نرخ م س15ء کے دوران کافی بڑھ گئے چنانچہ پاکستان سے درآمد کرنا سہل ہوگیا۔

60 حکومت پنجاب اور سوزوکی موٹرز کا ایک معاہدہ ہوا تھا جس کے تحت کمپنی دسمبر 2014ء تا فروری 2016ء کے دوران سوزوکی بولان اور سوزوکی راوی کی پچاس ہزار گاڑیاں فراہم کرے گی۔ اس منصوبے کے تحت کمپنی نے جنوری تا جون 2015ء کے دوران 19,893 گاڑیاں فراہم کر دی تھیں۔

شکل 2.4 : مختلف مسافر کاروں اور جیپوں، اور ہلکی تجارتی گاڑیوں (LCV) میں پیداواری رجحان

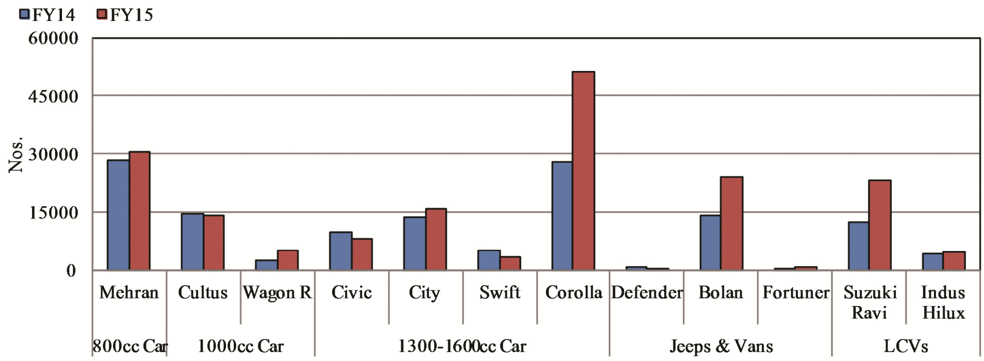

Source: PAMA

شکل 2.5 : خدمات کا شعبہ

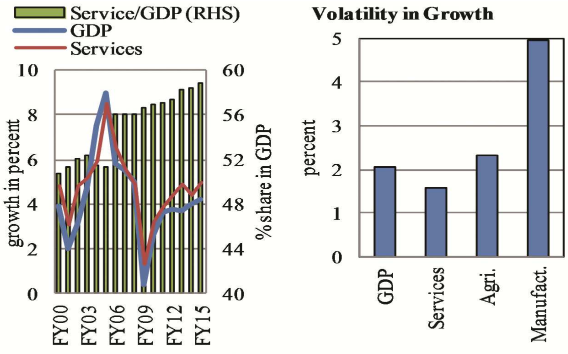

Source: Pakistan Bureau of Statistics

تاہم پالیسی سازوں کی توجہ بسوں کی تیاری پر ہونا چاہیے جو بلحاظ لاگت بہتر اور ماحول دوست ہیں، اور بڑی تعداد میں لوگوں کی ضرورت پوری کرسکتی ہیں۔[61,62] ہمیں توقع ہے کہ نئی آٹو پالیسی میں اس مسئلے پر غور کیا جائے گا اور صوبائی ٹرانسپورٹ اتھارٹیز کی منظوری سے ماس ٹرانزٹ سسٹم کے لیے ایک جامع منصوبہ تیار کیا جائے گا۔

2.4 خدمات کا شعبہ

پاکستان کا شعبہ خدمات معیشت کی نمو میں اہم حصہ دار ہے، اور وہ بقیہ معیشت کے ساتھ دوطرفہ روابط بھی استوار رکھتا ہے،[63] نیز ملک کی اندازاً ایک تہائی برسرِ روزگار افرادی قوت اسی شعبے سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ **شکل 2.5** سے ظاہر ہے، خدمات کا شعبہ مجموعی جی ڈی پی سے زیادہ تیزی سے نمو پا رہا ہے، م س 2000ء میں جی ڈی پی میں اس کا حصہ 50.7 فیصد تھا جو م س 15ء میں 58.8 فیصد تک جا پہنچا ہے۔

شعبہ خدمات کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے باوجود اس کی پیداوار کے بارے میں اعداد و شمار سال میں صرف ایک بار ملتے ہیں، چنانچہ معلومات کے حصول میں آنے والا وقفہ اس کے اقتصادی اثرات کے پالیسی مضمرات کے باعث نمایاں ہو چکا ہے۔ مثال کے طور پر مرکزی بینک کے نزدیک یہ سمجھنا ضروری ہے کہ زراعت اور اشیا سازی جیسے زیادہ متغیر شعبوں کے مقابلے میں نسبتاً مستحکم شعبۂ خدمات کی طرف بتدریج منتقلی جی ڈی پی کی نمو کے رجحانات یا کاروباری دور پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے۔[64] اسی طرح خدمات کے شعبے میں سرمائے کا ارتکاز اور برآمدی آمدنی کمانے کی صلاحیت چونکہ کم ہے اس لیے ہمیں توقع کرنی چاہیے کہ شرح سود اور شرح مبادلہ میں آنے والی تبدیلیاں اس شعبے کی ملکی پیداوار پر مختلف طرح سے اثر ڈالیں گی۔ اسی طرح، خدمات کے بعض ذیلی شعبے (تھوک اور خردہ تجارت اور ٹرانسپورٹ) پوری طرح ٹیکس کے دائرے میں نہیں ہیں جس کا بنیادی سبب ناقص دستاویزی عمل اور کمزور عمل درآمد ہے۔[65]

م س 15ء میں خدمات کا شعبہ 5 فیصد نمو حاصل کر پایا جو 5.2 فیصد ہدف سے معمولی سی کم ہے تاہم م س 14ء کی نمو 4.4 فیصد سے بہر حال زائد ہے۔ بحیثیت مجموعی م س 15ء میں

61 گذشتہ پانچ سال کے دوران آٹو صنعت نے 2,713 بسیں تیار کیں جبکہ تین پہیوں والی سواریوں کی پیداوار 192,942 تک پہنچ گئی۔

62 تین پہیوں والی سواریوں کی اہمیت چھوٹے شہروں اور قصبات میں زیادہ ہے کیونکہ وہ وہاں کے لوگوں کی ضرورت کو پورا کرتی ہیں اور اشیا کی نقل و حمل میں بھی استعمال ہوتی ہیں۔

63 اجناس کی پیداوار کے شعبے میں اقتصادی سرگرمیاں خدمات (مثلاً تجارتی سرگرمیاں) کی طلب میں اضافہ کر دیتی ہیں تاہم خدمات کا شعبہ معیشت کے غیر خدمات شعبے کو بنیادی مدد بھی فراہم کرتا ہے۔

64 چونکہ بیرونی دھچکے زراعت اور اشیا سازی کی سرگرمیوں پر زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں (اور انہیں تغیر پذیر بنا دیتے ہیں، **شکل 2.5**)، اس لیے ہمیں توقع ہے کہ خدمات کو بنیاد بنانے والی سرگرمیوں کی طرف منتقلی سے کاروباری سرگرمیاں زیادہ ہموار طریقے سے چلیں گی۔

65 خدمات کا شعبہ جی ڈی پی میں 58.8 فیصد حصہ ڈالنے کے باوجود ٹیکسوں میں صرف 37 فیصد حصہ ادا کرتا ہے جس میں بیشتر انحصار ٹیلی مواصلات اور بینکاری شعبے پر عائد بالواسطہ ٹیکسوں پر ہوتا ہے۔

ہونے والی جی ڈی پی نمو کا دو تہائی سے زیادہ اسی شعبے سے آیا۔

شعبہ خدمات میں تمام ذیلی شعبوں نے نمو میں مثبت کردار ادا کیا، تاہم زیادہ مہمیز عمومی سرکاری خدمات اور مالیات و بیمہ سے ملی (جدول 2.16)۔ چونکہ ان دونوں ذیلی شعبوں کی م س 14ء میں سست نمو ہوئی تھی اس لیے م س 15 میں تیزی سے بحالی متوقع تھی۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، تنخواہوں میں اضافہ عمومی سرکاری خدمات کا حصہ تیزی سے بڑھنے کا سبب ہے، جبکہ مالیات و بیمہ میں بہتری کمرشل بینکوں کی جانب سے مستحکم کارکردگی کا نتیجہ ہے (جس میں اہم کردار خطرات سے پاک سرکاری تمسکات میں بھاری سرمایہ کاری کا ہے)۔ بقیہ ذیلی شعبوں کی م س 15ء میں نمو گذشتہ سال کی نسبت پست رہی۔

تھوک اور خردہ تجارت: یہ سب سے بڑا ذیلی شعبہ ہے، یہ وہ منافع درج کرتا ہے جو ملکی اجناس اور درآمد شدہ مصنوعات کی ملکی فروخت سے تاجروں کو حاصل ہوتا ہے۔[66] اس ذیلی شعبے کے رجحانات تیار کردہ مصنوعات کی پیداوار کے قریب قریب رہتے ہیں۔[67] م س 15ء کے دوران اشیا سازی اور فصل دونوں شعبوں کی ناقص کارکردگی سے تھوک اور خردہ تجارت میں نمو پست ہوگئی۔ درآمدی حجم میں غیر معمولی اضافے کے باوجود ایسا ہوا۔[68,69]

جدول 2.16 :شعبہ خدمات کی کارکردگی						
حصہ اور نمو فیصد میں، حصہ داری فیصدی درجے میں						
	جی ڈی پی میں حصہ م س15ء	نمو			خدمات کی نمو میں حصہ داری	
		م س14ءن	م س15ءہ	م س15ء	م س14ء	م س15ء
تھوک اور خردہ تجارت	18.3	4.0	6.1	3.4	1.3	1.1
ٹرانسپورٹ، ذخیرہ اور مواصلات	13.4	4.6	4.5	4.2	1.0	1.0
مالیات و بیمہ	3.1	4.2	5.8	6.2	0.2	0.3
ہاؤسنگ سروسز	6.8	4.0	4.0	4.0	0.5	0.5
عمومی سرکاری خدمات	7.4	2.9	4.3	9.4	0.4	1.1
دیگر نجی خدمات	9.9	6.3	5.8	5.9	1.0	1.0
خدمات	**58.8**	**4.4**	**5.2**	**5.0**	**4.4**	**5.0**
ماخذ : پاکستان دفتر شماریات						

ذرائع نقل و حمل، ذخیرہ اور مواصلات:[70] اس ذیلی شعبے میں گذشتہ سال کی نسبت معمولی سی کم نمو ہوئی جس کی بنیادی وجہ سیلولر کمپنیوں کی کمزور کارکردگی ہے (جدول 2.17)۔ اس ذیلی شعبے کی اوسط آمدنی کم کرنے کے اسباب صارفین کی تعداد میں کمی، ٹیکس کی بلند وصولی، اور نرخوں کی سخت مسابقت ہے۔ اس کے علاوہ سب سے بڑے جز 'روڈ ٹرانسپورٹ' میں نمو بڑی حد تک گذشتہ سال جیسی ہی رہی۔

جدول 2.17 :ٹرانسپورٹ، ذخیرہ اور مواصلات						
خام اضافہ قدر (مستقل) ارب روپے میں						
	خام اضافۂ قدر ارب روپے		نمو		نمو میں حصہ داری	
	م س14ء	م س15ء	م س14ء	م س15ء	م س14ء	م س15ء
روڈ ٹرانسپورٹ	997	1,034	3.7	3.8	2.7	2.7
مواصلات	219	219	4.4	0.0	0.7	0.0
آبی ذرائع نقل و حمل	53	51	10.1	-4.0	0.4	-0.2
فضائی نقل و حمل	67	86	12.7	27.3	0.6	1.3
نقل و حمل بذریعہ پائپ لائن	3	3	-6.1	-7.9	0.0	0.0
ریلوے	3	7	233.6	121.4	0.2	0.3
ذخیرہ	34	35	3.9	3.2	0.1	0.1
مجموعہ	1,376	1,435	4.6	4.2		
ماخذ : پاکستان دفتر شماریات						

ٹیلی مواصلات کے شعبے میں پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن (پی ٹی سی ایل) کی مالی کارکردگی توقع کے مطابق نہیں رہی جس کا سبب پست فروخت اور زیادہ لاگت ہے (شکل 2.6)۔ فروخت سے آمدنی میں کمی کا تعلق یوفون سے ہونے والی آمدنی میں کمی،[71] اور آئی سی ایچ انتظامات کے خاتمے کی بنا پر موصولہ بین الاقوامی منٹس سے پست نرخوں کے ساتھ ہے۔ مارکیٹ میں موبی لنک اور وارد کا حصہ بھی سکڑ گیا۔ دوسری طرف ٹیلی نار اور زونگ نے اپنی کارکردگی بہتر بنائی اور گذشتہ سال کے مقابلے میں م س 15ء میں نمایاں طور پر بلند منافع بیرونِ ملک بھجوایا (تفصیل کے لیے دیکھیے باب 7)۔

66 پاکستان دفتر شماریات نے تخمینے کے لیے اوپر سے نیچے کی طرف (top-down approach) جانے کا طریقہ اپنایا ہے۔ وہ تھوک فروشوں اور خردہ فروشوں کا فرداً فرداً جائزہ لینے کے بجائے منڈی تک پہنچنے والی اشیا (یعنی فصلوں اور گلّہ بانی کی مصنوعات، اشیا سازی کے شعبے کی پیداوار، اور درآمدات) کی متوقع رسد کا تخمینہ لگاتا ہے، اور اوسط تجارتی منافع کی معین شرح عائد کرتا ہے جو مختلف اجناس کے بارے میں کیے جانے والے سروے سے اخذ کی جاتی ہیں۔

67 تھوک اور خردہ تجارت کی طرف سے اضافہ قدر کا نصف سے زائد اشیا سازی سے آتا ہے۔

68 پاکستان دفتر شماریات کے اعداد و شمار کے مطابق م س 15ء میں درآمدات کا مقداری اثر 1,179 ملین ڈالر رہا جبکہ گذشتہ سال 443 ملین ڈالر رہا تھا۔

69 تھوک اور خردہ تجارت کی طرف سے قرضے کا استعمال بھی گذشتہ سال کے مقابلے میں پست رہا۔

70 اس ذیلی شعبے میں روڈ ٹرانسپورٹ، ریلویز، فضائی ٹرانسپورٹ، مواصلات، پائپ لائن ٹرانسپورٹ، ذخیرہ وغیرہ شامل ہے جس میں م س 15ء کے دوران روڈ ٹرانسپورٹ کا حصہ 72 فیصد اور مواصلات کا 15.3 فیصد رہا۔

71 یوفون کا مارکیٹ میں حصہ جون 2013ء میں 19 فیصد تھا جو گر کر آخر مارچ 2015ء میں 16 فیصد رہ گیا۔

یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ ریلویز اور فضائی ذرائع نقل وحمل میں معقول نمو ہوئی جس کا اہم سبب م س 15ء کے دوران ایندھن کی لاگت تیزی سے گرنے سے ہونے والا فائدہ ہے۔ ریل ٹرانسپورٹ سے ہونے والے قدرِ اضافی نے طاقتور نمو کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس میں بھی اہم کردار سستے ایندھن، مال گاڑیوں کی تعداد میں اضافے، لوکوموٹر انجنوں کی بہتر دستیابی، اور ٹرینوں کی بہتر کارکردگی (مسافر ٹرینوں کی بروقت روانگی اور آمد، مسافروں کو بہتر سہولتیں، مسافروں کے کم کرائے) کا ہے۔

فضائی ٹرانسپورٹ نے م س 15ء میں اپنی نمو کو مزید مستحکم کرتے ہوئے 27.3 فیصد کا اضافہ کیا جبکہ گذشتہ سال 12.7 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ مارکیٹ میں تناسب، طیاروں کی تعداد اور روٹس پر جانے کے لحاظ سے پی آئی اے کو لیڈر کی حیثیت حاصل ہے۔ پی آئی اے کی عملی کارکردگی اور مالی اظہاریے بھی دورانِ سال بہتر ہوئے۔ 2015ء کی پہلی سہ ماہی میں اس کا خام عملی منافع 2.8 ارب روپے رہا جبکہ گذشتہ سال 3.9 ارب روپے کا خسارہ ہوا تھا (**شکل 2.7**)۔ مالی کارکردگی میں اس زبردست تبدیلی کی وجہ جیٹ ایندھن کے نرخوں میں کمی، اور کم ایندھن خرچ کرنے والے نسبتاً پتلی جسامت والے طیاروں کی آمد ہے۔ مؤخر الذکر تبدیلی سے نہ صرف فضائی کمپنی کے آپریشنز بہتر ہوئے بلکہ کارگزاری اور ایندھن کی لاگت پر بھی بہتر قابو پایا گیا جو کہ مجموعی لاگت کا تقریباً 54 فیصد ہوتی ہے۔

مالیات و بیمہ میں پاکستان کے شعبہ بینکاری (جو اس ذیلی شعبے میں 80 فیصد سے زائد کا حصہ دار ہے) نے عمدہ کارکردگی کا سلسلہ جاری رکھا جس میں اسے بہتر آمدنی کی مدد بھی حاصل رہی۔ منافع (قبل از ٹیکس) 51.9 فیصد بڑھ گیا جس کا بڑا سبب سرکاری تمسکات میں بینکوں کی سرمایہ کاری ہے۔ اس بلند نفع یابی کے ساتھ ساتھ اسٹیٹ بینک کی اُن کوششوں نے، جو وہ پاکستان میں ضوابطی سرمائے کی ضروریات کو بین الاقوامی معیارات کے برابر لانے کے لیے کر رہا ہے، بینکوں کے سرمائے کو مزید مستحکم کیا۔ اس کے نتیجے میں شرح کفایت سرمایہ، جو ادائیگی قرض کی صلاحیت کا ایک پیمانہ ہے، مزید بہتر ہو کر آخر جون 2015ء کو 17.2 فیصد ہو گئی (**جدول 2.17**) جو اسٹیٹ بینک کے طے کردہ نشانیے 10 فیصد اور بین الاقوامی معیار 8 فیصد سے خاصی زائد ہے۔ اس سے قطع نظر، نجی شعبے کو قرضہ دینے کے معاملے میں بینکوں کی کارکردگی خاصی مایوس کن رہی (**باب 4**)۔

بحیثیت مجموعی اثاثوں نے بھی م س 15ء میں 19.1 فیصد کی عمدہ نمو حاصل کی جو گذشتہ سال 11 فیصد تھی۔ اس کی اہم وجہ مجموعی امانتوں میں 13.6 فیصد نمو ہے جو تقریباً 100 کھرب روپے تک جا پہنچی ہیں۔ تاہم قرضے م س 15ء میں صرف 8.7 فیصد بڑھ سکے جو سرمایہ کاری میں ہونے والے اضافے کی نسبت کافی پست ہیں۔

شکل 2.6 : ٹیلی مواصلات کی آمدنی

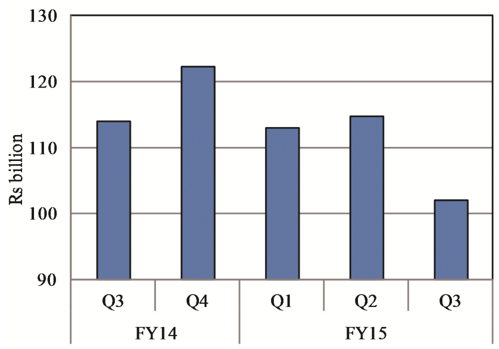

Source: PTA

شکل 2.7 : پی آئی اے کا عملی منافع/خسارہ

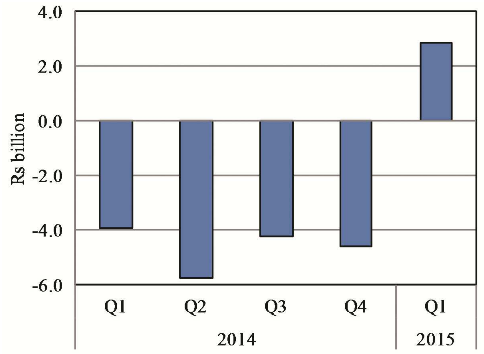

Source: PIAC, Financial Reports.

جدول 2.18 : بینکاری نظام کے مالی صحت کے اظہاریے

	جون13ء	جون14ء	جون15ء
امانتیں (ارب روپے)	8,310.5	8,773.6	9,969.9
قرضے (خالص) (ارب روپے)	4,110.2	4,188.6	4,552.1
سرمایہ کاریاں (خالص) (ارب روپے)	4,313.3	4,512.5	6,209.1
شرح کفایت سرمایہ	14.9	15.1	17.2
نفع قبل از ٹیکس (دورانِ سال) (ارب روپے)	162	112.6	171.0
نفع بعد از ٹیکس (دورانِ سال) (ارب روپے)	112.4	73.9	99.1
مجموعی اثاثے	10,487	11,115	13,244
غیر فعال قرضے بہ نسبت مجموعی قرضے (خام)	13.3	12.8	12.4
غیر فعال قرضے بہ نسبت مجموعی قرضے (خالص)	3.4	2.9	2.7
اثاثوں پر منافع (قبل از ٹیکس)	1.6	2.1	2.7
ایکویٹی پر منافع (قبل از ٹیکس)	17.9	23.5	27.5
سیال اثاثے بہ نسبت مجموعی امانتیں	61.3	60.6	69.5
قرضے بہ نسبت امانتیں	49.5	47.7	45.7

ماخذ: اسٹیٹ بینک